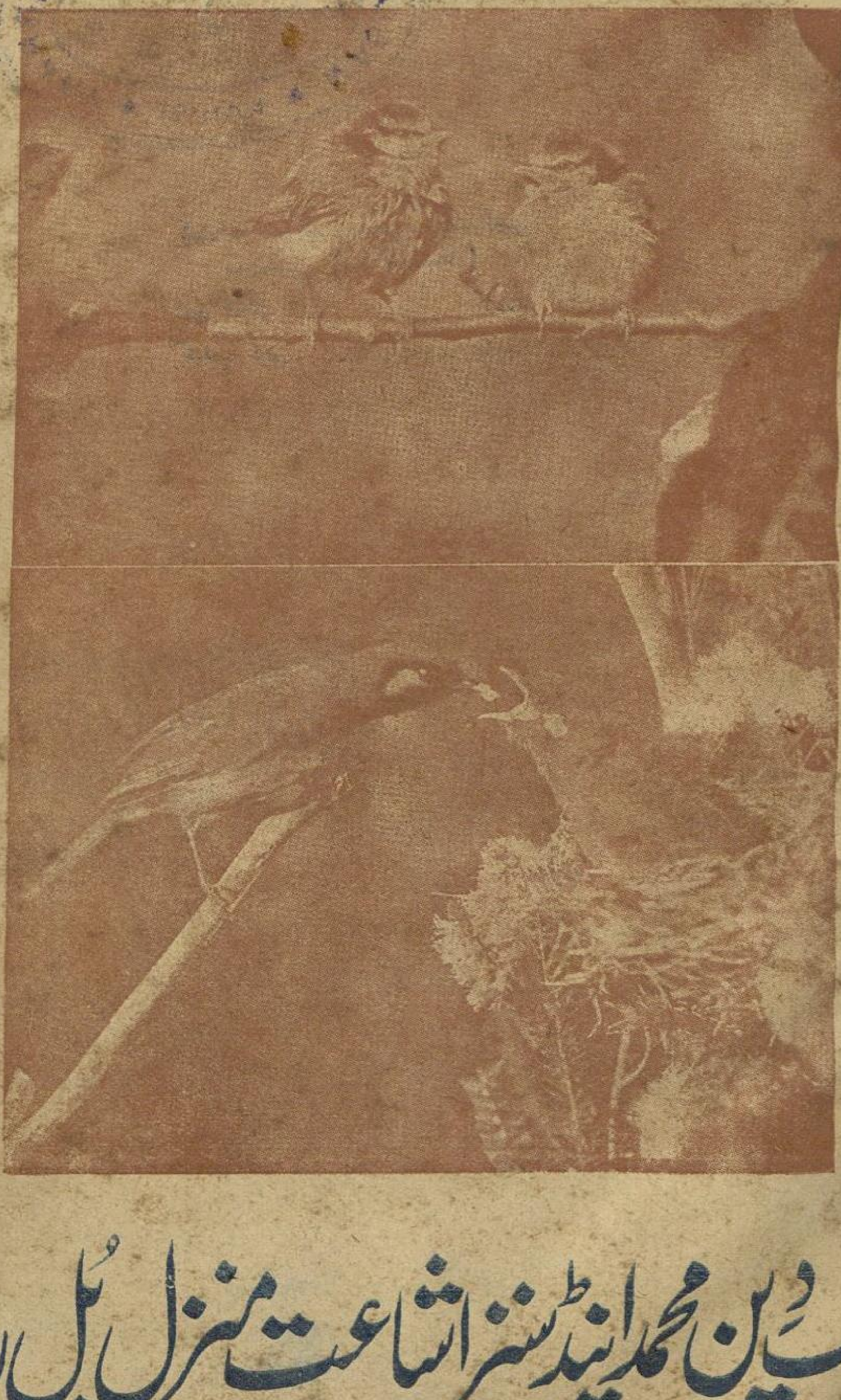
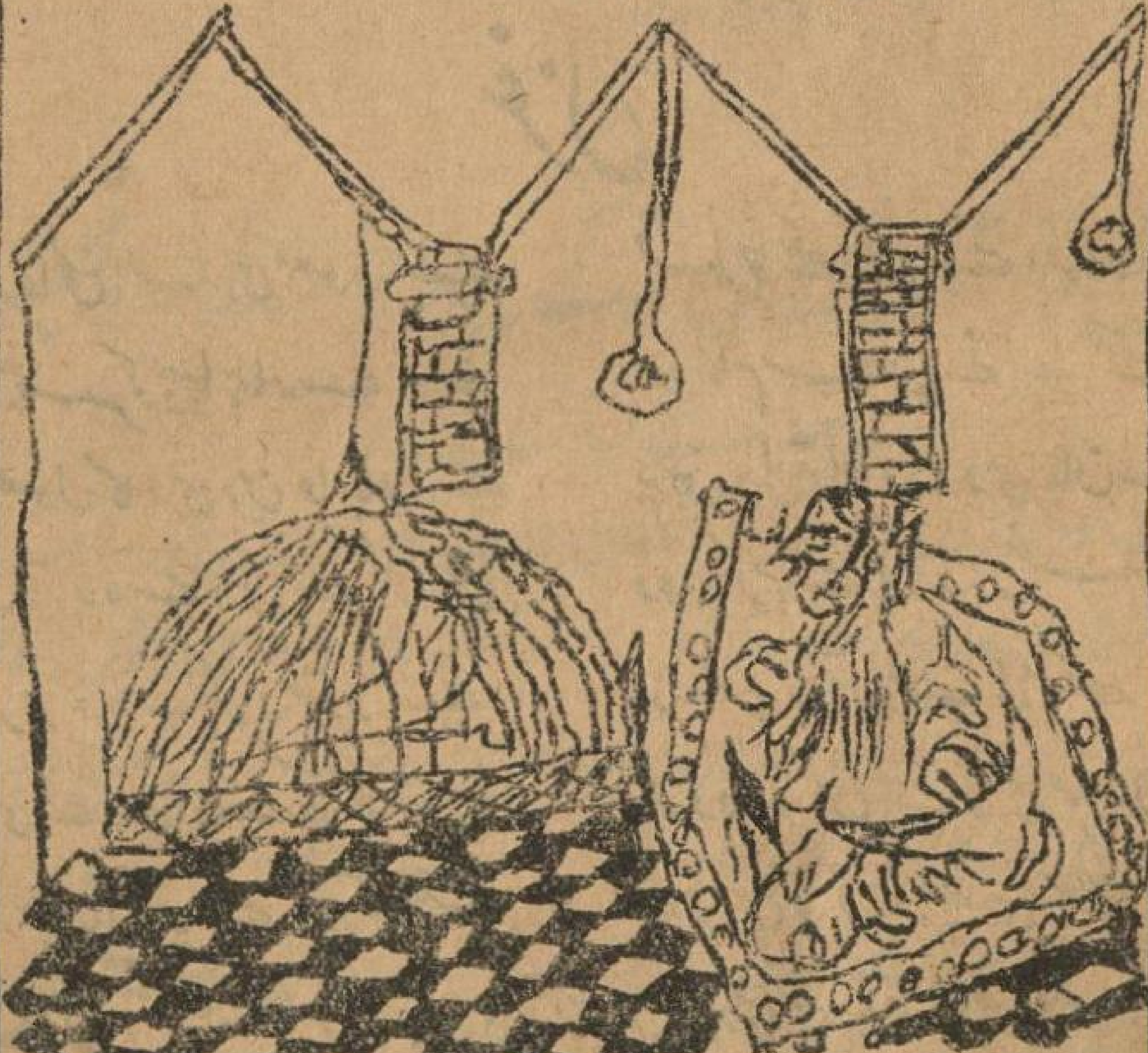
طوطا کہانی



ملک دین محمد اینڈ سنز اشاعت منزل بل روڈ لاہور

Price 0-10-0

طوطا کہانی باتصویر



برائے فرم

حاجی ملک دین محمد اینڈ سنز و پبلشرز تاجران کتب
بازار کشمیری = ٹل روڈ۔
لاہور۔ (پاکستان)

(ملک محمد عارف پرنٹر پبلشر نے اپنے دین محمدی پریس لاہور میں چھپوا کر کشمیری بازار سے شائع کیا)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

احسان اس خدا کا کہ جس نے دریائے سخن کو اپنے ابر کرم سے گوہر ہستی بخشا - اور زبان واسطے حمد کے گویا کی - جناب آخر الزمان کو ہم گنہ گاروں کی شفاعت کے واسطے رحمۃ اللعالمین پیدا کیا - جس کے سبب سے ارض و سما نے قیام کیا - **میر حسین**

غزل

وہ الحق ایسا ہی معبود ہے — قلم جو لکھے اس سے افزود ہے
پیغمبر کو بھیجا ہمارے لئے — اور امام سب اس نے پیدا کئے
سبھوں کا وہی دین و ایمان ہے — یہ ہیں دل تمام اور وہی جان ہے
تر و تازہ ہے اس سے گلزار حق — وہ ابر کرم ہے ہوا دار خلق
اگرچہ وہ بے فکر و غیور ہے — ولے پرورش سب کی منظور ہے
کسی سے نہ بر آوے کچھ کام و جان — جو وہ مہربان ہے تو کل مہربان
اگرچہ یہاں کیا ہے اور کیا نہیں — پر اس بن تو کوئی کسی کا نہیں

سید حیدر بخش:- متخلص بہ حیدری شاہجہان آبادی تعلیم یافتہ خاص مجلس نواب علی ابراہیم خاں بہادر مرحوم شاگرد غلام حسین غازیپوری دست گرفتہ صاحب عالیجناب سخن دان آیہ وبخش سخنوران معدن مروت چشمہ فطوت دریائے جود و کرم منبع علم و حلم صاحب والا شان گلکرسٹ صاحب بہادر مرحوم دام اقبالہ کا ہے - اگرچہ تھوڑا بہت ربط موافق اپنے حوصلے کے عبارت فارسی کا بھی ہے - لیکن بموجب فرمائش صاحب موصوف کے ۱۳۱۵ھ موافق ۱۸۹۷ء کے حکومت میں سرگروان برجہان جائے غریبان و بیکسان زبدۂ رئیسان عظیم الشان مشیر خاص شاہ کیوان بارگاہ انگلستان مارکوئیس ولزلی گورنر جنرل بہادر دام اقبالہ کی محمد قادری کے طوطے نامہ جس کا نام باخذ طوطی نامہ ضیاء الدین بخشی ہے - زبان ہندی میں موافق محاورہ اردو و نثر میں عبارت و خوب الفاظ رنگین مرغوب سے ترجمہ کیا - اور نام اس کا طوطا کہانی تا کہ صاحبان نو آموز کے فہم میں آجاوے - اور یہ ہیچمدان ہر ایک اہل سخن سے امید رکھتا ہے - کہ جو کوئی چشم غور

اس ترجمہ کو ملاحظہ کرے - اور غلطی معنی یا برادِ غلطی الفاظ پر نظر پڑے ہے - تو شمشیر قلم سے مانند دشمن اس کو صفحۂ ہستی سے اڑا دے -

ابیات

جو بہر صلاح اسپہ رکھے قلم الٰہی نہ دینا کبھی اسکو غم

الٰہی بحق امام انام یہ جلدی ہو مجھ سے کہانی تمام

آمدم بر سرِ مطلب سننا چاہیئے - کہ اس میں کیا کیا خونِ جگر کھایا اور کیسا کیسا مضمون باندھا ہے -

پہلی داستان میمون کے پیدا ہونے اور خجستہ سے بیاہے جانے کی

اگلے دولتمندوں میں سے احمد سلطان نام ایک شخص بڑا مالدار اور صاحب تاج تھا - کہ ہزاروں گھوڑے اور پندرہ سو زنجیر فیل اور نو سو قطار بار برداری اونٹوں کی اس کے درِ دولت پہ حاضر رہتے تھے - پر اس کے لڑکا بالا کوئی نہ تھا - کہ گھر اپنے باپ کا روشن کرتا

میر حسین سے اسی بات کا اس دل پر تھا داغ نہ رکھتا تھا وہ اپنے گھر کا چراغ

اسی واسطے صبح شام خدمت میں خدا پرستوں کی جاتا - اور ان سے دعا کی درخواست کیا کرتا - غرض تھوڑے ہی دنوں میں خالق زمین و آسمان نے ایک بیٹا مہ جبین خوبصورت پرچہرہ اسے بخشا - احمد سلطان اسی خوشی سے پھول کی مانند کھلا - اور نام اس کا میموں رکھا - کئی ہزار روپیہ فقیروں کو سجدہ شکر کا بجالایا - اور یہ بیت پڑھنے لگا - **میر حسین**

تجھے فضل کرتے نہیں لگتی بار نہ ہو تجھ سے مایوس اُمیدوار

دوگانہ غرض شکر کا کر ادا ... تہیہ کیا شاہ نے جشن کا -

غرض کہ تین مہینے تک شہروں کے امیروں اور وزیروں اور داناؤں فاضلوں اور استادوں کی ضیافتیں کیں - جواہر کی کشتیاں بعضوں کے آگے رکھیں - اکثروں کو خلعت بہت بھاری دیئے - جس وقت وہ لڑکا سات برس کا ہوا واسطے تربیت کے ایک استاد کامل کے سپرد کیا - **میر حسن**

معلم اتالیق منشی ادیبا   ہر ایک فن کے استاد بیٹھے قریب   کیا قاعدے سے شروع کلام
پڑھانے لگے علم اس کو تمام

اور کتنے ایک دنوں الف۔ ب۔ ت۔ ث سے لے کر گلستان اور انشاء ہر فن و جامع القوانین و ابوالفضل و یوسفی مزروقات جامی تک پڑھایا۔ بلکہ عربی کو بھی تحصیل کیا۔ میر حسن

دیا تھا کہ بس حق نے ذہن رسا   کئی سال میں علم سب پڑھ چکا
معانی و منطق بیان و ادب   پڑھا اس نے منقول معقول سب۔   خبردار حکمت کے مضمون سے
غرض جو پڑھا اس نے قانون سے

اور قاعدہ نشست برخاست مجلس بادشاہ کا اور طریقہ عرض معروض کا ان سے سیکھا۔ سچ تو یہ ہے۔ کہ بعض فنون میں آپ پر بھی سبقت لے گیا۔ جب باپ نے دیکھا۔ کہ جوان ہوا۔ تب ایک عورت صاحب جمال گل اندام خجستہ کے نام کے ساتھ بیاہ کر دیا۔ دونوں آپس میں عیش و عشرت کرنے لگے۔ اور کسی وقت جدا نہ ہوتے تھے۔ غرض کہ یہاں تک شیفتہ و فریفتہ ہوئے۔ کہ عاشقی اور معشوقی کے درجہ سے گذر گئے۔ اتفاقاً ایک دن شہزادہ پالکی پر سوار ہو کر بازار میں گیا۔ اور دیکھا کہ ایک شخص بازار میں ایک طوطے کا پنجرا ہاتھ میں لئے کھڑا ہے۔ اس نے بیچنے والے سے پوچھا۔ کہ اے شخص اس طوطے کا مول کیا ہے۔ اس نے جواب دیا۔ کہ خداوند اس کو ہزار روپیہ سے کم نہ



بیچوں گا۔ بیبوں نے کہا۔ خیر معلوم ہوا۔ کہ جو اس کو ایک مشت پر کو ہزار روپیہ دے کر لے اس کے برابر دوسرا بیوقوف نہ ہوگا۔ کیونکہ ایک نوالہ بلی کا ہے۔ جب طوطے والا جواب اس کا نہ دے سکا۔ تو طوطے نے جانا اگرچہ یہ دولتمند مجھے خرید نہ کرے گا۔ تو موجب میری قباحت اور بدنامی کا ہے کیونکہ صحبت بزرگوں کے سبب زیادتی عقل اور عزت کا ہے۔ اس سے محروم نہ رہونگا۔ تب طوطے نے جواب دیا۔ کہ اے جوان خوش رو اگرچہ میں تیری آنکھوں میں حقیر اور ضعیف ہوں۔ لیکن از بسکہ

دانائی اور عقل کے عرش پر سرفراز ہوں۔ اور ایک اہل سخن میری خوش گوئی اور شیریں زبان پر حیران ہیں بہتر یہ ہے۔ کہ مجھے خرید ے اس واسطے کہ علاوہ خوش گوئی کے کئی عجیب ہیں۔ شمہ اس کا یہ ہے کہ میں حقیقت ماضی مستقبل اور حال سے خبر رکھتا ہوں۔ اگر حکم ہو۔ تو ایک بات فائدہ کی عرض کروں۔ تب اس نے کہا۔ کیا کہتا ہے۔ کہہ۔ طوطے نے کہا۔ بعد کئی دن کے ایک قافلہ سوداگروں کا اس شہر میں سنبل خریدنے آوے گا۔ تم ابھی سے شہر کے تمام دوکانداروں سے سنبل خرید کر اپنے پاس رکھو۔ جس گھڑی وہ کارواں آوے گا۔ اور سوائے آپ کے اس شہر میں کسی کے پاس سنبل نہ پاوے گا۔ اور اس سے بہت فائدہ ہوگا۔ یہ بات طوطے کی اس کو خوش آئی۔ اور ہزار روپیہ اس کو دے کر خرید لیا۔ اس طوطے کو لے اپنے گھر آیا۔ اور سنبل فروشوں بلا کر سنبل کی قیمت پوچھی۔ انہوں نے عرض کیا۔ کہ جتنی ہماری دوکان میں سنبل ہے دس ہزار اس کی قیمت ہوتی ہے۔ میموں نے اس دم دس ہزار روپیہ خزانہ سے دلوا کر خرید لیا۔ اور مکان میں رکھوا دیا۔ بعد دو تین دن کے کابل کے سوداگر اس شہر میں داخل ہوئے۔ اور تلاش سنبل کی کرنے لگے۔ جب کہیں نہ پایا۔ تب میموں کے پاس آکر سنبل بمنت تمام چوگنی قیمت دے کر خریدا اور اپنے شہر کو گئے۔ تب میموں اس سے بہت خوش ہوا۔ اور جان سے زیادہ عزیز رکھنے لگا۔ اور ایک مینا بھی خرید کر کے اس کے پاس رکھی۔ اس واسطے کہ عالم تنہائی میں وحشت نہ ہو۔ کہ عقلمندوں نے کہا۔ **بیت** ؎

کند ہم جنس با ہم جنس پرواز　　　　کبوتر با کبوتر باز با باز

غرض اس طوطے کو بھی مینا کے پاس رکھا۔ کہ یہ دونوں آپس میں ہم جنس ہیں خوش رہیں گے۔ اور بعد کئی دنوں کے میموں نے خجستہ سے کہا۔ کہ میں سفر خشکی اور تری کا کیا چاہتا ہوں۔ تاکہ شہروں کی سیر کروں۔ میرے بعد جو کام تجھے منظور ہو۔ سو بے مشورہ ان دونوں کے ہرگز نہ کرنا۔ بلکہ جو یہ کہیں۔ اس کو سچ جاننا۔ اور ان کی فرمانبرداری سے باہر نہ جانا۔ وہ چار باتیں سمجھا کر آپ کسی شہر کو چل دیا۔ اور خجستہ کئی مہینے تک اس کی جدائی میں رویا کرتی۔ کھانا پینا اور رات کو سونا بالکل ترک کیا۔ اور طوطا قصہ کہ کر اس کے دل غمگین کو ہر ایک وقت بہلایا کرتا تھا۔ غرضیکہ اسی طرح چھ مہینے تک بہلا کر رکھا۔

دوسری داستان خجستہ کی شہزادہ پر عاشق ہونے کی اور دانائی طوطے کی

القصہ ایک دن خجستہ نہا دھو کر کوٹھے پر چڑھی - اور ہر ایک کوچہ و بازار کو جھروکے سے نظر کرنے لگی - اتنے میں ایک شہزادہ گھوڑے پر سوار آنکھیں اوپر کئے ہوئے گھوڑا قدم بقدم لئے چلا جاتا تھا - خجستہ کو دیکھتے ہی عاشق ہو گیا - اور اس کا بھی دل اس پر آ گیا - بے اختیار ہو کر شہزادے نے اسی گھڑی ایک عورت دلالہ مکارہ کے ہاتھ خفیہ پیغام بھیجا - اگر تم ایک رات کو چار گھڑی کیلئے میرے گھر آؤ - تو اس کے عوض ایک انگوٹھی لاکھ روپیہ کی تمہیں دوں - یہ سن کر اس کٹنی نے وہیں جا کر کہا - اے خجستہ شہزادے نے تجھے بلوایا ہے - اور ایک گھڑی کے واسطے لاکھ روپیہ کی انگشتری دیتا ہے - اگر تو چلے اور دوستی اس سے پیدا کرے - تو کچھ اسی چیز پر موقوف نہیں ہے - بلکہ ہمیشہ سلوک نمایاں کرے گا - اور حظ زندگی مفت اٹھاوے گی - خجستہ نے پہلے تو اس بات کو برا مانا - اور خفا ہو گئی - لیکن آخر کو اس پیر زال کے دم میں آ گئی - اور کہنے لگی کہ اچھا میری طرف سے اس کی خدمت میں سلام شوق کے بعد یہ کہنا شب کو جس طرح ہو سکے گا آؤنگی - اور کچھ بھی ہو آؤنگی - تمہارے پاس بالضرور یہ پیغام وہ مکارہ لے کر ادھر آئی اور ادھر رات آئی تب خجستہ نے اپنے تئیں لباس اور گہنے سے خوب آراستہ کیا - اور کرسی پر بیٹھ کر جی میں کہنے لگی - کہ مینا سے چل کر یہ بات کہئے - اور اس سے رخصت لے کر چلئے - کیونکہ میں بھی عورت عورت اور وہ بھی اسی خلقت میں ہے - اغلب ہے - کہ کہیں وہ میری بات سنے - اور رخصت دے - یہ سخن دل میں ٹھہرایا - اور مینا سے جا کر کہا - اے مینا - عجب ماجرا ہے - اگر تو سنے تو کہوں اس نے کہا بی بی کیا کہتی ہے - میں بھی اپنے عقل کے موافق عرض کرونگی - تب بانو نے کہا - کہ آج میں اپنے کوٹھے پر چڑھ کر جھروکے کی راہ جھانکتی تھی - کہ اتنے میں ایک شہزادہ اس راستہ سے گزرا - اور مجھ پر عاشق ہو گیا - اب اس نے مجھے اپنے پاس بلایا ہے - اگر تو کہے - تو میں جاؤں - اور ملاقات کروں - پھر دو چار گھڑی کے بعد اپنے گھر چلی آؤں - یہ بات سنتے ہی مینا نہایت غضبناک ہوئی - اور غوغا کر کے کہنے لگی - کہ واہ واہ بی بی اچھے ڈھنگ نکالتی ہو - اور فاحش باتیں سناتی ہو - کیا خوب غیر مرد کے گھر جاؤ گی - اور اس سے دوستی کر کے اپنے شوہر کی حرمت گنواؤنگی - یہ بڑا عیب ہے - تمہاری قوم کے لوگ کیا کہینگے - اس حرکت سے باز آؤ - یہ سنتے خجستہ نے اسے پنجرے سے نکال ایک ٹانگ پکڑ گردن مروڑ زور سے زمین پر دے پٹکا - کہ روح اس کی آسمان پر پرواز کر گئی - پھر اسی طرح یہ غصے میں بھری ہوئی طوطے کے پاس گئی - اور کہنے لگی - کہ اے طوطے کچھ حقیقت مینا کی دیکھی - کہ وہ ابھی کیا تھی اور کیا ہو گئی - اس نے کہا - جی دیکھی جو اپنے خاوند کی بے ادبی کرے

گا۔ اس کا یہی حال ہوگا۔ خجستہ خوش ہوکر کہنے لگی۔ کہ اے طوطے بہت دن ہوئے۔ کہ میں نے مرد کی صورت نہیں دیکھی۔ اور آج ایک شہزادے نے مجھ کو بہ منت بلایا ہے۔ اگر تو اس کے پاس رات کبھو وقت جاؤں صبح ہوتے ہی اپنی جگہ پر آجاؤں۔ طوطا اپنے جی میں ڈر کر کہنے لگا۔ کہ اگر میں بھی منع کرتا ہوں یا کچھ اور کہتا ہوں۔ تو مینا کی طرح مارا جاتا ہوں۔ یہ سمجھ کر کہنے لگا۔ کہ اے بانو مینا ناقص عقل تھی۔ اور اکثر یہ خلقت عورتوں کی بیوقوف ہوتی ہے۔ اس واسطے شعور مندونکو لازم ہے۔ کہ اپنا حال ان سے نہ کہیں۔ اس بات سے پرہیز کرے۔ تو خاطر جمع رکھ۔ جلدی مت کر۔ جب تک میری جان اس قالب میں ہے تب تک تیرے کام کی پیروی کرونگا۔ اور خدانخواستہ یہ بات ظاہر ہوگئی۔ اور اڑتے اڑتے تیرے شوہر تک پہنچی۔ اور اس نے آکر تجھ پر خفگی کی تو میں ایک بات بنا کر تم کو آپس میں ملادوں گا۔ جس طرح سے کہ اس طوطے فرخ بیگ سوداگر کو اس کی جورو سے ملایا تھا۔ یہ سن کر خجستہ نے پوچھا۔ کہ اس نقل کیونکر ہے مفصل بیان کر۔ کہ میں تیری احسان مند رہونگی۔

تیسری داستان فرخ بیگ سوداگر اور اس کے طوطے کی

طوطے نے کہا۔ کہ کسی شہر میں ایک سوداگر فرخ بیگ نہایت مالدار تھا۔ اور ایک عقلمند طوطا اپنے پاس رکھتا تھا۔ اتفاقاً اس سوداگر کو سفر درپیش آیا تب ہر ایک اسباب اپنے گھر کا بی بی سمیت طوطے کے حوالہ کیا اور واسطے سوداگری کے کسی شہر میں گیا۔ اور کئی ماہ وہاں کار تجارت میں رہا۔ اس کے جانیکے بعد کئی دن پیچھے اس کی جورو نے ایک جوان مغل بچے سے آشنائی کی۔ اور ہمیشہ رات کو اسے اپنے گھر بلاتی صبح تک اس کے ساتھ عیش وعشرت کرتی۔ یہ احوال دونوں کا طوطا دیکھتا اور باتیں ان کے اختلاط کی سنتا۔ لیکن دیکھا سنا اپنے دل میں چھپا رکھتا۔ بعد ڈیڑھ برس کے وہ تاجر اپنے گھر آیا۔ اور حقیقت گذری ہوئی اپنے گھر کی اس طوطے سے پوچھی۔ کہ میرے پیچھے کس کس طرح سے گذری ہے۔ اور کیا کیا اس نے ہر ایک کا احوال جو ٹھیک تھا۔ وہ سب بخوبی کہ دیا۔ اور بی بی کی بات سے آگاہ نہ کیا۔ کیونکہ اگر یہ بھی کہتا تو دونوں میں جدائی ہوتی یا کسی کی جان جاتی بعد سننے کے وہ تاجر یہ ماجرا کسی کی زبان سے سنکر اپنی بی بی سے دق اور خفگی کرنے لگا۔ کیونکہ ہوشمندوں نے کہا ہے۔ کہ عشق اور مشک چھپتا نہیں ہے۔ اور آگ بارود میں پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔ وہ سوداگر طوطے کی طرف سے برا بدظن ہوا۔ اور اپنے جی میں کہنے لگا۔ کہ افسوس اس طوطے نے کچھ بھی اس کے نیک و بد کی بات مجھ سے نہ کہی اپنی جورو پر غصے ہو کر بہت سی سرزنش کی۔ وہ احمق عورت یہ سمجھی کہ شاید طوطے نے کچھ اس میری بات

کبھی جو اس قدر اس نے مجھ آفت ڈہائی پھر طوطے کو اپنا مخالف سمجھ کر ایک روز آدھی رات کو قابو پا کر طوطے کے بال و پر نوچکر گھر سے باہر پھینک دیا۔ اور غل مچانے لگی۔ کہ ہے ہے میرطوطے کو بلی لے گئی۔ اور جی میں سمجھی کہ یہ کمبخت مرگیا ہوگا۔ لیکن تھوڑی جان اس میں تھی اوپر سے جو گرا تو صدمہ پہنچا۔ بارے ایک ساعت کے بعد اس کے بدن میں قدرتی قوت اور توانائی آئی تب سنبھل کر اُٹھا وہاں ایک گورستان تھا۔ اسمیں گیا۔ اور ایک سوراخ میں رہنے لگا۔ لیکن تمام دن بھوکا مرتا۔ اگر کوئی مسافر اس قبرستان میں وارد ہو کر کھانا کھاتا تو یہ رات نکل کر گرا پڑا ٹکڑا یا ریزہ پاتا۔ سوچنتا اور کھاتا اور پانی پی کر پھر صبح کو اسی سوراخ میں جا بیٹھتا بعد چند روز کے سارے پر اسکے نکل آئے اور تھوڑا تھوڑا اڑنے لگا۔ اس قبر سے اس قبر پر جانا اور چگتا پھرتا اس پر تو یہ گذری۔ اب ادہر آئیے۔ کہ وہ اس کے اندر نہیں ہے۔ یہ احوال دیکھتے ہی اس نے اپنی پگڑی زمین پر دے پٹکی اور غل مچانے لگا۔ بلکہ نہایت متردد ہوا۔ اور اپنی بی بی پر اسقدر غصے ہوا کہ کچھ کہا نہیں جاتا۔ آخر اس نے اس کے غم سے خواب و خور چھوڑ دیا اور اپنی عورت کی باتوں کا اعتبار نہ کیا۔ بلکہ اس کو اپنے گھر سے نکال دیا۔ تب اس عورت نے دہیان کیا۔ کہ شوہر نے مجھے اپنے گھر سے نکال دیا اب رہنے والے اس شہر کے کہینگے۔ کہ مناسب یہی ہے۔ کہ میرے گھر کے قریب جو قبرستان ہے۔ وہاں چلی جاؤں اور کھانا پینا چھوڑ دوں یہانتک کہ مر جاؤں۔ آخر اس قبرستان میں گئی۔ اور فاقہ کیا۔ جب رات ہوئی۔ اس طوطے قبر کے سوراخ سے کہا ای عورت اپنے سر کے بال نوچ اور استرے سے سر منڈوا کر چالیس دن تک بے آب و طعام اس قبرستان میں رہ کہ میں تیرے تمام عمر کے گناہ بخشوں تجھ میں اور تیرے شوہر میں دوستی کرا دوں وہ عورت اس آواز کو سن کر متعجب ہوئی اور خیال کیا۔ کہ یہ قبرستان کسی خدا پرست ولی کی قبر ہے۔ البتہ وہ میرے گناہ بخشوا دیگا۔ اور میرے خاوند کو بلائیگا۔ اس بھروسہ پر اپنے سر کو منڈا کر چندے اس قبرستان میں رہی ایک روز طوطا اس قبر سے نکلکر کہنے لگا کہ اے عورت تو نے بے تقصیر میرے بال اکھاڑے اور مجھے سخت آزار دیا خیر جو ہوا سو ہوا میری قسمت میں ہی تھا۔ کہ جو تو نے کیا۔ لیکن میں نے تیرا نمک کھایا ہے اور تیرے خاوند کا زر خرید ہوں۔ تو میری بی بی ہے تیری خدمت بخوبی کرونگا اور یہ باتیں قبر کے سوراخ سے میں نے کی ہیں تو یقین کر کہ میں راست گو ہوں چغلخور نہیں ہوں۔ کہ تیرے خاوند سے کہتا اب دیکھ کہ میں تیرے خاوند کے گھر جاتا ہوں اور تجھ سے اسکو ملا دیتا ہوں۔ غرض طوطے نے یہ کہا اور اپنے گھر جاکر موافق قاعدے کے سلام کیا۔ اور آداب بجا لایا پھر دعائیں دے کر کہنے لگا۔ کہ عمر تیری بڑھی ہو اور دولت دوچند ہو اُسنے کہا تو کون ہے اور کہاں سے آیا ہے۔ جو اسطرح با ادب دعائیں دیتا ہے۔ پھر آپ ہی پہچان کر کہنے لگا۔ کہ اتنک کہاں تھا اور کس شخص کے گھر

مہمان گیا تھا۔ اس نے سب احوال اپنا کہا۔ اور عرض کیا کہ میں تیرا قدیمی طوطا ہوں۔ مجھے بلی پنجرے سے لیگئی تھی۔ میں اس کے پیٹ میں تھا۔ اسکے آقا نے کہا تو کیونکر جی اٹھا۔ اور اس نے کہا۔ کہ تم نے بیگناہ اپنی بی بی کو گھر سے پکڑ کر نکال دیا۔ اس سبب ایک قبرستان میں گئی اور چالیس دن فاقہ سے رہی بے اختیار آہ و زاری کی حق سبحانہ تعالے اسکی فریاد سن کر مہربان ہوا اور مجھکو مردہ سے زندہ کرکے کہا۔ اے طوطے تو اس کے خاوند کے پاس جا۔ اور دونوں کو ملادے۔ بلکہ تو اس کی عصمت کی گواہی دے۔ جب آقا نے یہ حال دریافت کیا تب خوش ہو کر اپنی جگہ سے اٹھا اور گھوڑے پر سوار ہوا اور اپنی بی بی کے پاس گیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ جانی میں نے تجھے بے تقصیر ستایا۔ اور دکھ دیا۔ لیکن اب تو اس بات سے درگزر کر اور میری خطا معاف کر۔ وہ راضی ہوئی۔ تب اسکو گھر لے آیا۔ پھر جورو خاوند ملے جلے رہے اور عیش و عشرت کرنے لگے۔

القصہ اس طوطے نے اس سوداگر کا قصہ تمام کرکے خجستہ سے کہا۔ کہ اے خجستہ اب اٹھ اور جلدی اس شہزادے کے پاس جا تاکہ وعدہ تمہارا جھوٹا نہ ہو۔ اگر بخدا ناخواستہ یہ خبر تیرے شوہر تک پہنچی اور تجھ پر اس نے خفگی کی تو میں اسی سوداگر کے طوطے کی طرح صفائی کرا دونگا۔ خجستہ اس سخن سے خوش ہوئی اور قصد کیا کہ شہزادے کے پاس جائے اتنے میں صبح ہوگئی۔ جانا۔ اس کا اس روز سے بھی موقوف رہا اور آسمان کی طرف دیکھ کر یہ قطعہ پڑھا اور گریبان اپنا مثل چاک کیا۔ **میر حسن**

یہ دو دل کو اک جا بیٹھا تا نہیں — کسی کا وصل اس کو بھاتا نہیں
یہ ہے دشمن وصل دلسوز ہجر ہے — شب وصل کو روزے ازل

ازبسکہ خجستہ تمام رات قصہ سننے کے واسطے جاگی تھی۔ اور جاتے ہی بچھونے پر سو گئی۔

چوتھی داستان ایک پاسبان نے بادشاہ طبرستان سے وفاداری کی اور اسے اس نے ولی عہد کیا

جب سورج چھپا اور چاند نکلا خجستہ اپنے بچھونے سے اٹھ ہاتھ منہ دھو کر بیٹھی خوان کھانے اور میوے منگوائے کچھ تناول کیا۔ پھر پوشاک مکلف اور جواہر قیمتی سے اپنے تئیں آراستہ کرکے سج دھج بن ٹھن کر بڑی بیگر خواصوں کے ساتھ لے کر خوش اور بشاش اپنے طوطے کے پاس رخصت لینے کو گئی۔ اور کہنے لگی۔ کہ اے طوطے اگر تو اپنی مہربانی سے رخصت کرے تو میں اس کے پاس جاؤں۔ اور آرزو اپنے دل کی نکالوں۔

طوطا کہنے لگا۔ کہ اے کد بانو تو خوش رہو۔ اور اندیشہ مت کر۔ میں تیرے کام کی سعی اور جستجو میں لگ رہا ہوں۔ قریب ہے کہ تجھے تیرے یار کے پاس پہنچا دوں۔ لیکن تجھے لازم ہے۔ کہ تو بھی دوستی و محبت اس کی اپنے جی میں رکھ۔ جس طرح کہ ایک پاسبان نے بادشاہ طبرستان کی عقیدت اپنے دل میں رکھی۔ اور اس کے عوض دولت بیشمار پائی۔ تب یہ سن کر خجستہ نے کہا۔ کہ نقل اس کی کیونکر ہے مفصل بیان کر۔

حکایت:۔ طوطا کہنے لگا۔ کہ عقلمندوں نے اور اگلے زمانے کے بزرگوں نے کہا ہے۔ کہ ایک دن بادشاہ طبرستان نے مجلس عیش تمام رات آراستہ کی۔ کھانے اچھے لذیذ اور شرابیں پر کیفیت اور رنگ کباب قسم قسم کے اس محفل میں بنائے گئے۔ شہزادہ امیر وزیر حکیم استاد بلکہ جتنے صاحب کمال اس شہر کے تھے حاضر ہوئے۔ اور کھانے انہوں نے کھائے اور شرابیں پینے لگے۔ کہ اتنے میں ایک شخص اجنبی اس محل بادشاہی میں بے دھڑک چلا آیا۔ تب ہر ایک اہل بزم نے پوچھا۔ کہ اے مرد بیگانہ تو کون ہے۔ اور کہاں سے آیا ہے۔ اس نے کہا کہ میں شمشیر زن اور شمشیر گیر ہوں۔ اور تیر اندازی بھی ایسی جانتا ہوں۔ کہ میرا تیر سنگ خارہ کو پھاڑتا ہے۔ بلکہ پہاڑ کے پار ہوتا ہے۔ سوائے سپاہ گری کے اور بھی ہر ایک فن سے واقف ہوں۔ اور میں بہت سی حکمتیں جانتا ہوں۔ پہلے امیر خجند کے پاس نوکر تھا۔ جب اس نے میری قدر کچھ نہ کی۔ اور کارگزاری نہ سمجھی۔ تو اس کی چاکری چھوڑ کر بادشاہ طبرستان کے پاس آیا ہوں۔ اگر وہ مجھے رکھیگا تو رہونگا۔ اور جانفشانی قرار واقعی کرونگا۔ طبرستان کے بادشاہ نے یہ سن کر اپنے نوکروں اور اہلکاروں کو حکم دیا۔ کہ بالفعل اس کو پاسبانی کی خدمت دو۔ بعد دریافت ہونے کے جو اس کے حق میں مناسب ہوگا سو کیا جاویگا۔ بموجب حکم بادشاہ کے ارکان دولت نے اسی وقت اسے خدمت پاسبانی کی دی۔ اور سرفراز کیا چنانچہ وہ شام سے تا صبح ہر ایک دولتخواہ کی خبرداری کے واسطے جاگتا۔ اور کھڑے ہوکر بادشاہ کے قصر دیکھا کرتا۔

اتفاقاً ایک شب آدھی رات کو بادشاہ بالاخانہ پر کھڑا۔ ادھر ادھر دیکھتا تھا۔ نگاہ اس کی پاسبان پر پڑی۔ دیکھا کہ ایک شخص مستعد کھڑا ہے۔ تب اس نے پوچھا۔ کہ اے شخص تو کون ہے جو اس وقت محلسرائے کے نیچے کھڑا ہے۔ تب اس نے جواب دیا۔ کہ خداوند پاسبان! اس دولت کا ہوں۔ اور خبرداری کے واسطے کتنے دنوں سے اس محلسرائے کی حاضر رہتا ہوں۔ امیدوار تھا۔ کہ جمال مبارک حضرت کا دیکھوں۔ اور اپنی آنکھیں روشن کروں بارے آج کی شب نے یاوری کی

کہ دیدار خداوند عالمیاں کا دیکھا۔ دل کو شاد کیا۔ اتنے میں ایک آواز جنگل کی طرف سے بادشاہ کے کان میں آئی۔ کہ میں جاتی ہوں۔ کون ایسا مرد ہے۔ کہ جو مجھ کو پھیر لاوے۔ یہ بات سنتے ہی بادشاہ متعجب ہو کر اس سے کہنے لگا۔ اے پاسبان تو بھی اس کی آواز سنتا ہے۔ کہ یہ آواز کہاں سے آتی ہے اس نے عرض کی۔ اے خداوند میں تو کئی شب سے سنتا ہوں۔ کہ بعد آدھی رات کے یہ آواز ایسے ہی آتی ہے۔ لیکن میں خدمت پاسبانی کی رکھتا ہوں۔ محل سرا کو چھوڑ کر نہیں جا سکتا۔ اس واسطے دریافت نہ کر سکا۔ کہ یہ کس کی آواز ہے۔ اور کہاں سے آتی ہے۔ اگر حضور حکم کریں۔ تو ابھی جاؤں۔ اور شتاب اس کو دریافت کر کے حضور پرنور میں عرض کروں۔ بادشاہ نے فرمایا کہ جلد جاؤ۔ اور سچی خبر حضور میں آکر عرض کرو۔ پاسباں وہیں خبر لینے چلا گیا۔ تھوڑی دور گیا ہوگا۔ کہ بادشاہ کمبل سیاہ اوڑھ کر سارا بدن اور منہ چھپا کر اس کے پیچھے ہو گیا۔ پاسبان تھوڑی دور جا کر کیا دیکھتا ہے۔ کہ ایک عورت حسین خوبصورت ایک درخت کے نیچے اس راہ میں کھڑی ہے۔ اور یہ کہتی ہے۔ کہ میں جاتی ہوں۔ تو کون ایسا مرد ہے۔ جو مجھے پھیر لاوے اور نہ جانے دے۔ تب اس نے پوچھا۔ اے بی بی صاحب جمال پری پیکر تو کون ہے۔ اور یہ بات کس لیئے شب سے کہتی ہے۔ اس نے کہا۔ کہ میں تصویر عمر بادشاہ طبرستان کی ہوں۔ وعدہ اس کا برابر ہوا ہے۔ اب اس واسطے میں جاتی ہوں۔ یہ سخن سنتے ہی اس پاسبان نے کہا کہ اے تصویر عمر بادشاہ اب تو کسی طرح سے پھر بھی مراجعت کرے گی۔ اور پھر آوے گی۔ اس نے کہا۔ اے پاسبان ایک سے اگر تو اپنے بیٹے کو اس کے عوض ذبح کرے۔ تو البتہ مراجعت کروں۔ تب بادشاہ چند روز پھر اس جہان میں زندگی بسر کرے اور جلد نہ مرے۔ یہ بات بادشاہ نے بھی سنی۔ اور اس پاسبان نے نہایت خوش ہو کر جواب دیا۔ کہ اے عورت عمر بادشاہ پر اپنی عمر اور اپنے بیٹے کی عمر نثار کرتا ہوں۔ جلدی مت کر یونہی کھڑی رہ میں ابھی اپنے گھر جاتا ہوں اور اپنے بیٹے کو تیرے روبرو لا کر ذبح کرتا ہوں۔ میں اس سے ہاتھ اٹھاؤں گا۔ اور بادشاہ کی سلامتی کیواسطے فرزند دوں گا۔ حاصل کلام یہ کہہ کر گھر گیا۔ اور بیٹے سے کہنے لگا۔ کہ اے بیٹا آج عمر بادشاہ تمام ہوتی ہے۔ کوئی دم میں وہ مرتا ہے۔ اگر تو اپنی عمر اس کو دے۔ تو وہ تیرے مرنے سے جیئے۔ اور چند روز اس دنیا میں رہے۔ وہ لڑکا نیک بخت وفادار اس بات کو سنتے ہی کہنے لگا۔ کہ اے قبلہ و کعبہ وہ بادشاہ منصف اور عادل ہے۔ ایسے والی صاحب سخا اہل ہمت غریب پرور کرم بخش کے ایک میں کیا ہوں اگر سارا گھر کام آوے تو تم قصور نہ کرنا۔ کیونکہ ایک مجھ سا ناچیز اگر اس کے اوپر صدقہ ہوا۔ تو کیا ہوا۔ وہ جیتا رہیگا تو ایک عالم

پرورش کرے گا۔ بہتر یہ ہے۔ کہ مجھے جلد لے چلو۔ اور اس کے اوپر صدقہ کرو۔ تو میں سعادت دارین حاصل کروں۔ کیونکہ ایک تو آپ کا کہنا۔ دوسرا ایسے بادشاہ پر نثار ہونا اس سے بہتر میرے واسطے اس جہان میں اور کوئی چیز نہیں ہے۔

میں نے یہ کلام حضرت استاد رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے۔ کہ ہر ایک چھوٹے بڑے مکتب کے لڑکوں سے سنتے تھے۔ اگر کوئی شاہ کی سلامتی کے واسطے کوئی اہل کار بادشاہ بھی ایک ایک آدمی کو رعیت میں سے مار دے تو گناہ نہیں کیونکہ وہ بندہ پرور ہے۔ سنکڑوں کو پالتا ہے۔ وہ جئے گا تو ہر ایک شہر اس سے آباد رہیگا۔ اگر وہ مریگا تو ایک ظالم پیدا ہوگا۔ کہ وہ ہزاروں ہلاک کریگا۔ اور لاکھوں اس کے ظلم وستم سے مرینگے۔ پس لازم ہے۔ کہ! مجھے لے چلو۔ اور اس کے واسطے ذبح کرو۔ اس پر ایک مجھ جیسا قربان ہو جائے تو کیا۔ آخر وہ پاسبان اپنے بیٹے کو اس عورت کے پاس لے گیا۔ اور ہاتھ پاؤں باندھ کر چاہتا تھا کہ خنجر تیز سے اس کا گلا کاٹے کہ اتنے میں اس عورت نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا اے پاسبان اپنے بیٹے کو مت ذبح کر اور گلا اس کا مت کاٹ۔ حق تعالیٰ کو تیری ہمت پر رحم آیا۔ اور مہربان ہو کر مجھے پھر ساٹھ سال کا حکم دیا۔ کہ بادشاہ کے قالب میں رہ جسوقت اس پاسبان نے اس خوشی کی خبر کو سنا۔ تو بہت خوش ہوا۔ اور اسی وقت بادشاہ کو خبر دیئے چلا۔

یہ حالت بھی بادشاہ طبرستان نے اپنی آنکھوں سے دیکھی اور بات پاسبان کی اور اس کے بیٹے کی لکا حقہٗ دریافت کی۔ پھر اس کے پہنچنے سے پہلے دوڑ کر اپنے تئیں بدستور اسی بالاخانہ پر پہنچایا۔ اور اسی طرح سے ٹہلنے لگا۔ اور بعد ایک گھڑی کے وہ پاسبان بھی حضور پر نور میں آیا اور تسلیمات بجا لاکر دعائیں دینے لگا۔ کہ عمر دولت وحشمت شاہنشاہ کی تاقیامت بڑھتی رہے بادشاہ نے اس سے پوچھا۔ کہ اے پاسبان وہ کیسی آواز تھی۔ کچھ تو نے دریافت کیا ہے۔ تو مفصل بیان کر۔ اس نے دست بستہ ہو کر عرض کی کہ اے خداوند ایک عورت حسین صاحب جمال اپنے خاوند سے لڑ کر اسی جنگل میں نکل آئی تھی۔ اور ایک درخت کے نیچے راہ میں بیٹھی رو رہی تھی۔ اور کہتی تھی۔ کہ میں نہ رہوں گی۔ تب میں اس کے پاس گیا۔ اور اس کو میٹھی میٹھی باتوں سے بہلایا اور اچھے سخن سمجھا کر اس کے شوہر سے ملا دیا۔ اور ان دونوں میں وہ دوستی کرا دی۔ کہ اب اس نے مجھ سے اقرار کیا کہ ساٹھ برس تک اپنے شوہر کے گھر سے نہ نکلونگی۔ بادشاہ نے یہ دانائی اور جانفشانی اس کی اور جراٴت اس کے بیٹے کی دیکھی تھی۔ فرمایا کہ اے پاسبان جسوقت تو اس کی خبر لینے چلا اور میں

بھی تیرے پیچھے موجود تھا۔ اور سب سوال تیرے و جواب تیرے لڑکے اور اس عورت کے اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ اور کانوں سے سُنے۔ خیر اگرچہ تو اگلے وقت میں محتاج اور ذلیل اور پریشان تھا اور اب میرے پاس پاسبانی میں نوکر تھا۔ انشاءاللہ روز بروز تیری ترقی اور بہبودی ہوگی۔ اور گھڑی گھڑی سلوک پر سلوک کرونگا۔ خدا کے فضل سے تو نہایت اوج دولت پر پہنچیگا۔ یہ کہکر آرام کرنے لگا بساط عیش پر سو رہا۔ بعد دو چار گھڑی کے صبح ہوئی اور شاہ اپنے تخت پر بیٹھا اور پاسبان کو یاد کیا۔ پھر امیروں وزیروں اور اہلکاروں کو جمع کر کے فرمایا اے حاضرین پایہ تخت میں نے اس پاسبان کو بخوبی تمام اپنا ولیعہد کیا۔ اور مال و اسباب و خزانہ سب اپنی رضامندی سے اسے دیا۔

طوطے نے یہ کہانی تمام کی۔ کہ اتنے میں صبح ہوئی۔ اور آفتاب نکلا جانا خجستہ کا موقوف رہا۔ کیونکہ تمام رات بادشاہ طبرستان کی کہانی سننے سے خمار آلودہ ہو رہی تھی۔ جاتے ہی پلنگ پر سو رہی گئی منہ کرے نار آخر کو لیٹ   سلہ چھپر کھٹ کے کونے منہ سر لپیٹ

پانچویں داستان زرگر اور نجار کی

جب سورج چھپا اور چاند نکل آیا خجستہ ارغوانی جوڑا پہن بسنتی دوشالہ اوڑھ جواہر کے دریا میں سر تا پا غرق ہو طوطے کے پاس رخصت لینے گئی اور کہنے لگی۔ کہ اے طوطے آج کی شب جلد رخصت دے۔ کہ میں اپنے یار سے ملوں۔ اور کچھ کچھ باتیں پیار کی کہوں طوطے نے کہا۔ کہ اے کدبانو میں نے تجھے پہلی رات ہی کو رخصت دی تھی۔ اب تک تو نے توقف کیوں کیا۔ خیر اب جا اور یہ زیور اپنے بدن کا اتار کیونکہ بی بی دنیا بہت بری جگہ ہے۔ ایسے اسباب کو پہن کر غیر مرد کے پاس جانا اچھا نہیں۔ شاید اس کی آنکھ کسی پر آپڑے اور جی میں کچھ لالچ کرے۔ تو نہ تو رہیگی



اور نہ یہ گھنار رہیگا۔ دوستی کی دوستی جائے گی۔ زیور کا زیور جس طرح کہ اس زرگر اور نجار کی دوستی میں خلل پڑا۔ نہ رہی کے واسطے برسوں کا ساتھ چھوٹا۔ خجستہ نے کہا۔ اس کی نقل بیان کر۔

حکایت:۔ طوطا ذکر کرنے لگا۔ کہ کسی شہر میں ایک بڑھئی اور سنار کی دوکان اور ان میں ایسی دوستی تھی۔ کہ انہیں جو دیکھتا وہی کہتا تھا۔ کہ یہ عاشق معشوق ہیں۔ اگر یہ نہیں تو بھائی بھائی ہیں۔ اتفاقاً وہ دونوں سفر کو گئے کسی شہر میں جا نکلے۔ اور دونوں آپس میں کہنے لگے کہ اس شہر میں فلانی جگہ بُت خانہ ہے۔ کہ اس میں کئی بت خانے سونے کے ہیں۔ فقیر کی صورت بن کر چلیئے۔ اور عبادت میں مشغول ہو جیئے۔ کسی وقت فرصت پاکر دو چار بت چرا لیجیئے۔ اور ان کو بیچ کر گزران کیجیے۔ یہ بات ٹھہرا کر دونوں بتخانہ میں گئے۔ اور برہمنوں نے جب ان کی عبادت دیکھی تو سب شرمندہ ہوئے۔ اور ہر روز اس بتخانے سے براہمن جاتے اور پھیر نہ آتے۔ اگر کوئی پوچھتا۔ کہ تم نے کیوں بت خانہ کو چھوڑا۔ تو وہ کہتے کہ دو براہمن کئی دن سے ایسے دھرم مورت صاحب جمال پوجا کرنے والے آئے ہیں۔ کہ ایک دم بھگوان ان کے دھیان سے سر نہیں اٹھاتے اور کسی سے آنکھ نہیں ملاتے اسواسطے ہم چلے آئے ہیں۔ کیونکہ ان کے برابر بیٹھا نہیں کر سکتے۔ جب دونوں کے سوائے اس بُت خانہ میں کوئی نہ رہا تب انہوں نے شب کو فرصت پاکر کئی بت سونے کے چرا کر اپنے گھر کا راستہ پکڑا۔ اور وہ نزدیک شہر کے پہنچکر کسی درخت کے نیچے ان بتوں کو گاڑ کر اپنے گھر گئے بعد آدھی رات کے سنار اکیلا جاکر ان بتوں کو کھودلایا۔ اور صبح کو نجار کے گھر جاکر کہنے لگا۔ کہ اے بڑھئی بے ایمان جھوٹے دغاباز میری دوستی پاس نہ کیا۔ اور ایسی دوستی میں خلل ڈالا۔ کہ تو ان بتوں کو کھودلایا۔ اس بے ایمانی سے کیا پھل پائے گا۔ اور کتنے دن کھائیگا۔ کیا خوب اس زمانہ میں دوستی کا اب اعتبار رہا ہے۔ وہ اس کی باتیں سن کر حیران ہوا کہ یہ کیا بکتا ہے۔

ناچار ہو کر کہنے لگا۔ کہ اے زرگر جو گیا سو گیا اور جو ہوا سو ہوا جانے دے میں جانتا ہوں خدا کے واسطے مجھ پہ مت بہتان باندھ۔ از بسکہ وہ عقلمند تھا۔ اس سے کڑا اور قصہ کرنا مناسب نہ جانا۔ چپ ہو رہا۔ اور بعد کئی دن کے ایک پتلا چوبی اس بڑھئی نے سنار کی صورت کا بنایا۔ ویسے ہی کپڑے پہنائے۔ اور دو بچے خرس کے کہیں سے لایا۔ اور اس کے پتلے کی آستین اور دامن میں کچھ کچھ ان بچوں کے کھانے کی چیزیں رکھ دیں۔ جب ان کو بھوک لگتی تو اس پتلے کے پاس جاتے اور اس کی آستین اور دامن سے جو کچھ پاتے سو کھاتے اور اپنے جی میں جانتے کہ ہمارا باپ یا جو کچھ ہے سو یہی ہے۔ اور یہاں تک اس پتلے سے آشنائی رکھتے تھے۔ کہ ہر روز الفت سے اسکے دامن

پر آگر بیٹھے۔ جب خرس کے بچوں کو اس صورت سے مہر محبت ہوگئی۔ تب بڑھئی نے اس سنار اور اس کے بچوں کی ضیافت کی۔ بلکہ ہمسایہ کی عورتوں کو بھی بلایا۔ چنانچہ سنار کی جورو اپنے دونوں لڑکوں کو ساتھ لے کر اس کے گھر گئی۔ نجار اپنی لکھ لک رہا تھا۔ بعد دو گھڑی کے اس سنارنی کو غافل پاکر ان دونوں لڑکوں کو چھپا رکھا۔ اور ان دونوں خرس کے کو چھوڑ کر غل مچانے لگا۔ کہ ہے ہے یہ لڑکے سنار کے خرس کے بچے کیونکر ہوگئے۔ یہ بات سنتے ہی سنار بے اختیار روتا ہوا اور اس کی کمر پکڑ کر کہنے لگا۔ اَرے جھوٹ کیوں بکتا ہے۔ کہیں آدمی جانور ہوئے ہیں۔

آخر یہ قصہ قاضی کے روبرو گیا۔ قاضی نے کہا۔ اے بڑھئی آدمی کے ریچھ کے بچے کیونکر ہو گئے۔ تب اس نے کہا۔ کہ حضرت وہ دونوں بچے میرے سامنے آپس میں کھیلتے تھے۔ اور کشتی لڑا کرتے تھے۔ کہ یکایک زمین پر گرتے ہی خرس کے بچے ہوگئے۔ قاضی نے کہا یہ بات کسطرح سچ جانوں۔ تب نجار کہنے لگا۔ کہ خداوند میں نے کتاب میں لکھا دیکھا ہے۔ کہ کسی وقت میں لک گروہ انسان کا خدا کے غضب سے حیوان ہوگیا۔ لیکن عقل اس گروہ کی جوں ہی رہی۔ الفت و محبت ویسی ہی لازم تھی۔ کہ اس وقت دربار عام میں ان بچوں کو سب حالی موالی کے سامنے منگوا کر اس کے روبرو دیجئے۔ اگر وہ اس کے لڑکے ہونگے۔ تو اس سے الفت کرینگے نہیں تو جو چاہے مجھے سزا دے۔

یہ بات قاضی نے پسند کی اور ان بچوں کو منگوا کر زرگر کے سامنے چھوڑ دیا۔ اس صورت کے سبب سے آشنا ہو رہے تھے۔ باوجود اس بھیڑ کے بے اختیار دوڑ کر اسے جا لپٹے۔ اور اس کے پاؤں پر منہ ملنے لگے۔ اور بغلوں میں منہ ڈالنے لگے۔ تب قاضی نے کہا۔ اے سنار دغاباز یہ دونوں لڑکے تیرے ہیں۔ مجھے یقین ہوا۔ بس اب ان دونوں کو اٹھا کر لے جا ناحق کیوں شرارت اور بہتان کرتا ہے۔ تب وہ زرگر اس نجار کے پاؤں پر گر پڑا۔ اور بجبر منت کرنے لگا۔ کہ اے یار اگر یہ حکمت تو نے حصہ لینے کے لئے کی ہے تو اپنا حصہ لے اور میرے لڑکے مجھے دے۔ اس نے کہا اے سنار تو نے بڑا گناہ کیا ہے اور امانت میں خیانت کی ہے اگر اب جھوٹ بولنا چھوڑ دے اور دغابازی سے توبہ کرے۔ تو شاید پھر تیرے بیٹے اپنی اصلی صورت پر آجائیں۔ غرض اس زرگر نے اس کا حصہ دیا اور بیٹے اپنے اس سے لئے۔

طوطے نے یہ نقل تمام کر کے کہا۔ کہ اَے خجستہ تو اپنا زیور اتار جا شاید وہ بھی اسی شرح کا ایماندار ہو۔ اور اس کا لالچ کرے۔ تو پھر گہنا نہ رہے گا۔ اور نہ دوستی کہ بانو نے یہ سنتے ہی چاہا کہ گہنا اتار اور

اپنے معشوق کے پاس سدھارے کہ اتنے میں صبح ہوئی۔ اور مرغ نے بانگ دی۔ جانا اس کا اس روز بھی موقوف رہا تب یہ بات پر ہک چپکی رہ گئی۔ بیت:۔ روتے روتے تمام رات گئی۔ ہجر کی آگ سے میری جان چلی

چھٹی داستان لشکری کی جورو سے امیرزادہ شرمندہ ہوا

جب آفتاب چھپا اور ماہتاب نکلا تب خجستہ نے ایک جوڑا دہانی گلے میں ڈالا۔ اور زر و جواہر سے اپنے تئیں سنوارا اور مستی کی ڈھیری پان کا لکھوٹا ہونٹوں پر سجایا۔ بالوں میں تیل ڈال کنگھی پکڑ چوٹی دھر ایک بانکپن سے اٹھی اور طوطے کے پاس رخصت لینے گئی۔ اے طوطے تو مجھے ہر ایک وقت باتوں میں لگا دیتا ہے۔ اور جھوٹ موٹ بھلا دیتا ہے۔ تجھے کچھ میری خبر نہیں ہے۔ کہ میں درد عشق سے مرتی ہوں اور حسب حال میرے یہ بند ہے مخمس سے

حیران ہوں کیا کرے گا تیرا وعدہ او پیام — اس مخمصہ کے بیچ میر کام ہے تمام
گر زندگی عزیز ہے میری صبح و شام — موقوف کر یہی ہے میرا حاصل کلام
طاقت نہیں رہی مجھے اب انتظار کی ...

کد بانو نے کہا قسم ہے خدا کی مجھے آج کی شب رخصت دے کہ میں جاؤں اور اسے گلے لگاؤں طوطے نے کہا اے خجستہ میں بھی اسی بات سے شرمندہ ہوں۔ سینہ چاک ہے دل جلتا ہے تو ہر ایک شب میری باتیں سنا کرتی ہے۔ اپنے یار کے پاس نہیں جاتی خدانخواستہ اگر اس عرصہ میں تیرا خاوند آجائے گا۔ تو خواہ مخواہ اپنے معشوق سے خجالت کھینچے گی۔ جس طرح کہ اس لشکری کی جورو سے امیرزادہ شرمندہ ہوا۔ خجستہ نے پوچھا کہ اس کی داستان کیا ہے۔ بیان کر۔

حکایت:۔ طوطا کہنے لگا۔ کہ کسی شہر میں ایک مرد لشکری جورو نہایت خوبصورت رکھتا تھا۔ اور اس کی حرمت کی نگہبانی کیا کرتا تھا۔ ایک دم اس کے پاس سے جدا نہ ہوتا تھا۔ اتفاقاً گردش فلکی سے لشکری محتاج ہوا۔ تب اس کی جورو نے پوچھا۔ اے صاحب تم نے کیوں اپنا کاروبار دنیا کا موقوف کیا جو احوال یہاں تک پہنچا۔ اُسنے کہا اے میری بی بی مجھے تیرا اعتبار نہیں۔ اس لئے یہ سب کاروبار تباہ کر کے یہاں تک خراب ہوا۔ کہ اب کہیں جا سکتا ہوں۔ نہ ہی کسی کی نوکری کر سکتا ہوں۔ تب اسنے کہا۔ اجی اس خیال فاسد کو جی سے دور کر عورت بدبخت کو کوئی مرد فریفتہ نہیں کر سکتا اور بدبخت بی بی کو کوئی شوہر سنبھال نہیں سکتا۔ تم نے حکایت اس جوگی کی نہیں سنی جو مچھی کی صورت بن کر اپنی جورو کو پیٹھ پر چڑھا دے جنگل پڑا پھرتا تھا۔ اور اس بیچارے اسکی پیٹھ پر ایک سو ایک مرد سے بدکاری کی تھی۔ تب اس لشکری نے پوچھا کہ اس کی نقل کیوں کر ہے۔ بی بی کہنے لگی۔

حکایت:- کہ ایک راہ گیر نے کسی بیابان میں ایک پیل مست مع عماری دیکھا۔ کہ چلا آتا ہے تب اس کی دہشت سے ایک بلند درخت پر چڑھ گیا۔ قضا کار وہ فیل اس درخت کے نیچے آیا۔ اور اس عماری کو اپنی پیٹھ سے اس جگہ اتار رکھا اور آپ چرائی کو گیا۔ اس مرد نے دیکھا۔ کہ اس عماری میں ایک عورت خوبصورت حسین ہے۔ اس لئے اس درخت پر سے اترا اور اس کے پاس آکر باتیں مزیدار کرنے لگا۔ وہ عورت اس سے خوش ہوکر باتیں انداز کی کرنے لگی۔ اور مختلط ہو گئی۔ کہ ہمیشہ کی اس سے آشنائی تھی۔ غرض شہوت کے غلبہ سے بدکاری میں مشغول ہوئی۔ بعد فراغت کے اس عورت نے ایک تاگا اپنی جیب سے گرہ دار نکالا۔ اور ایک گرہ اس ڈوری میں اور لگادی۔ تب اس مرد نے پوچھا۔ کہ تم کو اپنے خدا کی قسم سچ کہو کہ یہ ڈورا کیسا ہے اور یہ گرہیں اس میں کیسی ہیں مجھ کو بھی اس احوال سے خبردار کرو۔ تب وہ بدذات کہنے لگی۔ کہ میرا شوہر جادوگر ہے۔ میری حفاظت کے لئے ہاتھی بنا رہتا ہے۔ اور مجھے پیٹھ پر چڑھائے جنگل جنگل پھرتا ہے۔ اس کی خبرداری پر میں نے سو مرد سے بدکاری کی۔ اور گنتی کے واسطے ایک ایک گرہ دی۔ آج تیرے سمیت ایک سو ایک گرہ ہوئی۔ جب وہ تمام داستان کرچکی تب اس کے خاوند نے کہا۔ کہ اب میرے حق میں کیا فرماتی ہو جو کہو سو کروں۔ تب اس عورت نے کہا۔ کہ بہتر یہی مصلحت ہے کہ تم سفر کرو۔ اور کسی کے نوکر ہو میں ایک گلدستہ تر و تازہ پھولوں کا دیتی ہوں۔ جب تک یہ گلدستہ پژمردہ نہ ہو۔ تب تک یہ جاننا کہ میری بیوی حرمت اور عصمت سے بیٹھی ہے۔ اور خدانخواستہ اگر وہ مرجھا جائے تو معلوم کرنا کہ اس سے کچھ بدفعلی صادر ہوا ہے۔ یہ بات اس لشکری کو خوش پسند آئی۔ تب ناچار اس سے جدا ہوکر کسی ملک کو واسطے روزگار کے چلا۔ اور اس عورت نے موافق اپنے کہنے کے ایک گلدستہ دے کر رخصت کیا۔ آخر وہ کسی شہر میں پہنچا اور کسی امیرزادہ کا نوکر ہوا۔ غرض اس گلدستہ کو بخوبی آٹھوں پہر اپنے پاس رکھتا۔ اور دیکھتا تھا۔ اتنے میں موسم خزاں کا گلستان جہاں میں پہنچا اور ہر ایک گل و غنچہ نے چمن دہر سے سفر کیا۔ اور زمانہ میں گل و غنچہ کا نام و نشان نہ رہا۔ سوا اس گلدستہ کے جو اس لشکری کے پاس تھا۔ تب امیرزادہ نے اپنے مصاحبوں سے کہا۔ اگر لاکھ روپے خرچ کیجئے تو ایک پھول میسر نہیں ہوتا۔ اور کسی بادشاہ وزیر کے ہاتھ نہیں لگتا تعجب ہے کہ یہ بیچارہ غریب سپاہی ہمیشہ ایک گلدستہ تازہ بتازہ کہاں سے لاتا ہے۔ تب انھوں نے عرض کی کہ حضرت سلامت ہمکو بھی یہی تعجب ہے۔ تب اس امیرزادے نے پوچھا۔ کہ اے لشکری یہ گلدستہ کیسا ہے۔ اور کہاں سے تیرے ہاتھ لگا ہے۔ تب اس نے کہا۔ کہ مجھکو میری بی بی نے اپنی حرمت کی نشانی دی ہے۔ اور کہا جب تک یہ گلدستہ تر و تازہ رہیگا۔ یقین جانیو کہ میری عصمت کا دامن گناہ سے نہیں بھرا۔ اس بات پر وہ امیرزادہ ہنسا۔ اور کہنے لگا

اے لشکری جورو تیری جادوگر اور مکارہ ہے۔ اس نے تجھے فریب دیا ہے۔ اور اپنے باورچیوں سے ایک کو امیرزادہ نے کہا۔ کہ تو اس لشکری کے شہر میں جا۔ اور اس کی بی بی سے جسطرح مکر و فریب سے بنے ملکر جلدی پھر آ اور اس کی کیفیت سے آگاہ کر۔ دیکھیں تو یہ گلدستہ کھلا رہتا ہے یا نہیں بھلا یہ بھی معلوم ہو۔

وہ باورچی اپنے آقا کے حکم کے بموجب اس کے شہر میں گیا۔ اور ایک عورت دلالہ کو سمجھا بجھا کر اس کے پاس بھیجا۔ وہ پیرزال اس عورت کے گھر گئی۔ اور جو کچھ اس نے کہا تھا۔ وہ سب کہا بلکہ اپنی طرف سے بھی بہت سا کچھ کہا۔ لیکن اس نے سن کر کچھ جواب نہ دیا۔ بس اتنا کہا کہ اس مرد کو میرے پاس لے آ۔ میں دیکھوں کہ میرے لائق ہے یا نہیں۔ آخر اس بڑھیا نے اس شخص کو اس عورت کے سامنے کر دیا۔ تب اس کمبخت نے اس مرد کے کان میں جھک کر کہا۔ کہ اچھا میں حاضر ہوں۔ لیکن اس وقت جا۔ اور اس رنڈی سے کہو کہ میں اس عورت سے دوستی نہ کرونگا۔ کہ یہ میرے لائق نہیں۔ اور پھر رات اکیلا بے دھڑک میرے پاس چلا آ۔ پھر جو کچھ تو کہے گا۔ میں قبول کرونگی۔ پر اس کو خبر مت کریو کیونکہ یہ راز اس قوم سے کہنا اچھا نہیں۔

غرض اس مرد نے اس بات کو پسند کیا۔ اور اس کے کہنے کے بموجب اس دلالہ سے کہا۔ کہ میں اس سے آشنائی نہیں کرونگا۔ کہ یہ میرے قابل نہیں۔ اور بعد آدھی رات کے اس عورت کے دروازہ پر آیا۔ اور دستک دی۔ اس عورت نے اپنے گھر کے اندر ہی اندر کنوئیں پر ایک چارپائی کچے سوت کی بنی ہوئی بچھائی۔ اور ایک چادر اس پر کسوا دی۔ اور اس مرد کو بلا کر کہا۔ کہ اس پر بیٹھ۔ وہ خوشی کے مارے جو اس امید پر بیٹھا وہیں کنوئیں میں گر پڑا۔ اور غل کرنے لگا۔ تب اس بی بی نے کہا اے شخص سچ کہو تو کون ہے۔ اور کس کا بھیجا ہوا ہے۔ اور کہاں سے آیا ہے۔ اگر سچ کہے گا تو جیتا چھوڑونگی۔ نہیں تو اس کنوئیں میں تجھ کو مار رکھونگی۔ تب اس نے بناچاری تمام احوال اپنا اور امیرزادہ کا اور اس کے خاوند کا مفصل بیان کیا۔ پر اس حادثہ سے نکل نہ سکا۔ اور چاہ میں ایک مدت بند رہا۔ اس امیرزادہ نے اس کے پھیر نہ آنے کے باعث دوسرے باورچی سے کہا۔ کہ تو بھی یہاں سے بہت سا سامان تجارت کا اس شہر میں لیجا۔ اور اس عورت سے دوستی کر کے پھر آ۔ لیکن ایسا نہ کرنا۔ کہ تو بھی اسی طرح وہیں کا ہو رہے۔ آخر وہ بھی اس ملک میں گیا۔ اور ایک دلالہ کو ساتھ لے کر اس کے گھر آیا۔ وہ اسکی طرح سے اس چاہ میں قید ہوا۔ تب امیرزادہ نے جانا۔ کہ شاید اس پر کچھ آفت پڑی۔ جواب تک ادھر نہ آیا۔ تب آپ ہی ناچار ہو کر ایک روزگار کا بہانہ کر کے اس ملک کو چلا۔ مع لشکری بھی اس کے ساتھ گیا بعد کئی دن کے اس شہر کے قریب پہنچ کر کسی باغ میں اترا اور وہ لشکری بھی گھر گیا۔ اور وہ گلدستہ

تر و تازہ اپنی بی بی کے آگے رکھدیا۔ تب اس عورت نے واردات اپنی گذاری ہوئی مو بمو اپنے شوہر سے کہی۔ بعد دو دن کے وہ لشکری اپنے آقا کو مہمان لے گیا۔ اور ضیافت کی۔ اور ان دونوں کو اس کنوئیں سے نکالا۔ لونڈیوں کے کپڑے پہنا کر کہا کہ تمہارے گھر مہمان آیا ہے۔ آج تم نے کھانا اچھا مزیدار پکا کے ان کے آگے لے جاؤ گے۔ اور خدمت بجا لاؤ گے۔ تو کل ہم تم کو آزاد کر دینگے۔

غرض وہ دونوں ویسے ہی کپڑے پہن کر کھانا امیر زادے کے روبرو لیگئے۔ چونکہ کنوئیں کے دکھ سے اور تھوڑا کھانا کھانے کے سر کے بال اور مونچھ اور داڑھی کے جھڑ پڑے تھے اور منہ کا رنگ متغیر ہو گیا تھا۔ امیر زادے نے فی الفور انہیں نہ پہچانا اور لشکری سے پوچھا۔ کہ ان باندیوں نے ایسی کیا تقصیر کی ہے۔ جو تم نے ان کا سر منڈوایا ہے۔ اور اس حال کو پہنچایا ہے۔ تب لشکری نے کہا۔ کہ انہوں نے بڑا گناہ کیا ہے۔ میں کیا عرض کروں۔ آپ ہی ان سے پوچھئے۔ یہ آپ ہی اپنا گناہ بیان کرینگے۔ آخر اس امیر زادے نے غور کر کے دیکھا۔ تو اپنے باورچیونکو پہچانا اور انہوں نے بھی اپنے آقا کو پہچانا۔ تب وہ دونوں دوڑ کر اس کے پاؤں پر گرے۔ اور بے اختیار رونے لگے۔ اور اس لشکری کی جورو کی عصمت پر گواہی دونوں باورچیوں نے دی۔ تب اس لشکری کی عورت نے پردے کے اندر کہا۔ کہ اے امیر زادے میں وہی عورت ہوں۔ کہ جس کو تو نے جادوگر مقرر کیا۔ اور میرے خاوند کو احمق بنا کر ہنسا تھا۔ اور میرے امتحان کے واسطے آدمی بھیجے تھے۔ اب دیکھا تو نے کہ میں کیسی ہوں۔ اور خدا تعالےٰ کے فضل و کرم سے میری عصمت کیسی ہے۔ وہ امیرزادہ یہ بات سن کر شرمندہ ہوا۔ اور عذر خواہی کرنے لگا۔

جس وقت یہ داستان طوطے نے تمام کی اسوقت کہا۔ کہ اے خجستہ اب جلد جا۔ اور اپنے معشوق سے مل۔ مبادا اس عرصہ میں کہیں شوہر تیرا آجاوے۔ تو ناحق وعدہ شکن اور جھوٹی اپنے دوست کے آگے ہووے گی۔ کد بانو نے یہ سنتے ہی چاہا کہ اپنے تئیں اس کے پاس پہنچاوے اتنے میں صبح ہوئی اور مرغ نے بانگ دی۔ جانا اس کا اس روز بھی موقوف رہا تب یہ شعر پڑھنے لگی۔ شعر ؎

؎ گردش سے آسمان کے نزدیک ہے سبھی کچھ　　تجھ سے ہمیں ملانا اک دور ہے تو یہ ہے

ساتویں داستان نجار اور زرگر اور خیاط اور زاہد کی

جب سورج چھپا۔ اور ماہتاب نکلا۔ تب خجستہ رخصت لینے کے واسطے طوطے کے پاس گئی اور کہنے لگی۔ کہ اے طوطے بہیدا کرنیوالی کی قسم مجھے آج کی شب جلد رخصت دے۔ کہ میں اپنے جانی کے پاس جاؤں۔ اور دل کھول کر اپنی جوانی کا مزہ اٹھاؤں۔ طوطے نے کہا کہ اے کدبانو میں تجھے ہر ایک شب رخصت کرتا ہوں۔ تو آپ ہی دیر کرتی ہے۔ اور نہیں جاتی۔ بلکہ اس بات سے آٹھوں پہر ڈرتا ہوں۔ کہ کہیں ایسا نہ ہو۔ کہ تیرا شوہر آجاوے۔ تو پھر تیرا احوال انہیں چاروں شخصوں کی طرح سے ہو۔ خجستہ نے پوچھا کہ ان چاروں کا قصہ کیونکر ہے۔ بیان کر۔

حکایت:۔ طوطا کہنے لگا۔ کہ کسی وقت میں ایک بڑھئی اور سنار اور درزی اور زاہد چاروں آپس میں مل کر کسی شہر کو کچھ روزگار کو چلے۔ اتفاقاً ایک دن سوائے منزل کے کسی جنگل میں شام کے سونے سے رہ گئے۔ اور آپس میں کہنے لگے۔ کہ آج کی رات اسی جنگل میں رہیئے۔ اور پاسبانی کیجئے۔ کہ اس بیابان میں ہر ایک چیز کا خطرہ ہے۔ بہتر ہے۔ کہ ہم چاروں ایک ایک پہر جاگیں۔ اور چوکی دیں۔ خدا کے فضل سے صبح کے وقت اپنی منزل مقصود کو بخیریت پہنچیں۔ یہ بات ہر ایک نے پسند کی اور پہلے پہر کی بڑھئی کے ذمہ ہوئی وہ سب سو رہے نجار نے بعد ایک گھڑی کے بسولا لے کر کسی درخت کی ڈالی موٹی سی کاٹی اور اس کی پتلی حسین اپنی کاریگری سے بنا کر تیار کی بعد ایک پہر کے آپ درزی کو جگا کر سو رہا۔ نوبت درزی کی آئی اور درزی نے اپنی بیداری کی خاطر کچھ سوچنے لگا۔ کہ کس سبب سے پہر بھر جاگئے۔ کہ اتنے میں وہ سامنے سے پتلی نظر آئی تب اپنے دل میں کہنے لگا کہ نجار نے اپنا ہنر دکھانیکو یہ صورت چوبی بنائی ہے۔ پس میں بھی اسے کپڑے سی کر ٹھیک پہناؤں کہ اس کا حسن دگنا نکلے۔ آخر اس نے بھی اپنی کاریگری سے ایک پہر میں ایک جوڑا نہایت عمدہ دلہنوں کا سا بنایا۔ اور پتلی کو پہنایا۔ اور سنار کو جگایا۔ آپ سو رہا۔ نوبت زرگر کی آئی کہ اتنے میں وہ پتلی کپڑے پہنے ہوئے دکھلائی دی۔ تب اپنے دل میں کہنے لگا۔ کہ ان دونوں نے اپنا اپنا کسب دکھلایا پس مجھ کو بھی لازم ہے۔ کہ میں اپنا ہنر ظاہر کروں۔ اور اس نازنین کو عجب طرح کا زیور ڈال کر آراستہ کروں۔ تاکہ یہ بھی معلوم کریں۔ کہ یہ ایسا ہے۔ سنار نے یہ بات اپنے دل میں ٹھہرا کر گھڑا کر اسے پہنایا۔ کہ وہ پتلی اور بھی خوبصورت ہوگئی۔ اغلب ہے کہ اس ساخت کا زیور آجتک کسی نے نہ دیکھا ہوگا۔ اور نہ سنا ہوگا۔ اور نہ پہنا ہوگا۔ پھر اس پتلی کا یہ عالم ہوا کہ بیان سے باہر ہے۔ ایک

جان ہی ڈالنی باقی رہ گئی تھی۔ کہ زرگر نے زاہد کو اٹھایا۔ اور آپ سو رہا۔ نوبت زاہد کی آئی۔ زاہد اٹھتے ہی وضو کر کے عبادت الٰہی میں مشغول ہوا۔ بعد ایک گھڑی کے کیا دیکھتا ہے۔ کہ حسین عورت سامنے کھڑی ہے۔ پر ہلتی جلتی نہیں۔ تب اس نے معلوم کیا۔ کہ ان تینوں کی کارستانیاں ہیں۔ اب مجھے بھی اپنا کمال دکھانا لازم ہے۔ پس میں خدا کے فضل سے ایسا کمال ظاہر کروں۔ کہ دعا سے اس بیجان کو جاندار کروں۔ تاکہ یہ بھی یاد کریں۔ کہ عبادت کرنے والے ایسے ہوتے ہیں۔ آخر وہ زاہد بعد نماز کے جناب کریم کی درگاہ میں بے اختیار رو رو کر دعا مانگنے لگا۔ کہ اے خالق زمین و آسمان واسطے اپنی خداوندی کے اس تصویر چوبی میں جان دے۔ گویا میں بھی آبرو پاؤں اور اپنے یاروں میں مات بناؤں۔ بارے یہ التجا اسکی جناب الٰہی میں قبول ہوئی۔ اور اسی گھڑی اس پتلی میں جان پڑی۔ اور آدمیوں کی طرح باتیں کرنے لگی۔ جب آخر رات ہوئی۔ اور آفتاب نکلا تو اس پتلی کو وہ چاروں دیکھ کر عاشق ہوئے۔ اور ایک سے ایک قصہ کرنے لگا۔ سنجار بولا کہ اس کا مالک میں ہوں۔ کیونکہ اس کاٹھ کو میں نے آدمی کی صورت تراش کر بنایا ہے میں لونگا خیاط بولا اس کا وارث میں ہوں۔ کیونکہ میں نے اس پتلی کو حرمت دی۔ اور کپڑے پہنائے سنار بولا۔ کہ دلہن کا میرا حق ہے۔ کیونکہ میں نے اسے گہنا گھڑ کر پہنایا ہے۔ کہ بنی سی بن گئی۔ زاہد بولا۔ کہ یہ دلہن میرا حق ہے۔ کیونکہ وہی کاٹھ کی پتلی تھی۔ کہ میری دعا سے حق تعالیٰ نے اسے جان دی۔ سوائے میرے اور کس کا منہ ہے۔ کہ اس پر آنکھ ڈالے۔ میں لونگا۔

غرض یہ قصہ بڑھا۔ اور ایک شخص غیر اس جگہ آ گیا۔ ان چاروں نے اس سے انصاف چاہا۔ وہ بھی اس صورت کو دیکھتے ہی عاشق ہو گیا۔ اور کہنے لگا۔ یہ میری بی بی بیاہتا ہے تم سب فریب دے کر میرے گھر سے نکال لائے ہو۔ اور مجھ سے جدائی ہے آخر ان چاروں کو وہ غیر شخص کوتوال کے پاس لے گیا کوتوال بھی اسے دیکھ مبتلا ہوا۔ اور کہنے لگا۔ تم کون ہو۔ یہ تو میرے بھائی کی بی بی ہے۔ وہ اس کو ساتھ لے کر سفر کو گیا تھا۔ شاید تم نے اس کو مار ڈالا اور اس کو لے بھاگے ہو۔ آخر وہ کوتوال ان سب کو قاضی کے پاس لے گیا۔ قاضی بھی اس پر فریفتہ ہو کہنے لگا۔ تم کون ہو۔ میری باندی ہے۔ میں اس کو مدت سے تلاش کرتا تھا۔ اور بہت سا اسباب و نقد و زیور میرا لے بھاگی تھی۔ بارے آج تمہارے باعث سے ملی۔ وہ اسباب کہاں ہے اسکو بھی لاؤ غرض اس قصہ نے یہاں تک طول کھینچا۔ کہ سب زن و مرد اس شہر کے جمع ہوئے۔ اور تماشا دیکھنے لگے۔ تب ان تماش بینوں میں سے ایک پیر مرد نے کہا کہ یہ قصہ تمہارا یہاں قیامت تک فیصل نہ ہوگا

تم سب اس شہر کو جاؤ۔ وہ یہاں سے کئی دن کی راہ ہے۔ اور وہاں ایک درخت پرانا ہے۔ اس درخت کا نام شجرۃ الحکم ہے۔ کہتے ہیں۔ کہ جس کا مقدمہ فیصل نہیں ہوتا۔ وہ اس درخت کے پاس جاتا ہے کہ اے درخت سچ کہو۔ کہ یہ عورت ہم سب میں سے کس کا حق ہے۔ اس کے بعد پیٹ اس درخت کا پیڑ پھٹ گیا۔ اور وہ عورت دوڑ کر اس درخت میں سما گئی۔ تب اس درخت سے آواز نکلی کہ تم نے بھی سنا ہوگا۔ کہ ہر ایک چیز اپنے اصل پر جاتی ہے۔ چلو ہوا کھاؤ اور ٹھنڈے ٹھنڈے اپنے گھر کی راہ لو آخر وہ ساتوں شرمندہ ہو کر اپنے گھر گئے۔ طوطے یہ قصہ تمام کر کے کہا۔ کہ اے کد بانو اگر تیرا شوہر آوے۔ اور تجھے قید کر رکھے تو تو بھی اپنے معشوق سے شرمندہ ہوگی۔ بہتر ہے کہ اب جلدی جا۔ اور اپنے جانی کو گلے لگا خجستہ نے سنتے ہی جو ارادہ کیا۔ تو صبح ہو گئی۔ اور مرغ نے بانگ دی جانا اس کا اس روز بھی یونہی رہا۔ تب یہ شعر پڑھا اور زار زار رونے لگی۔ بیت ؎

صبح سے پہلے جی نہ نکل گیا حیف ہے دل سے یہ خلل نہ گیا

آٹھویں داستان راجہ رای ایان اور راجہ قنوج کی لڑکی پر عاشق ہونا ایک فقیر کا

جب سورج چھپا۔ اور چاند نکلا تب خجستہ کپڑے بدل گہنا پہن نہایت ہی بن ٹھن کر طوطے کے پاس رخصت لینے کو گئی۔ اور کہنے لگی۔ کہ اے طوطے میں تجھ سے شرمندہ ہوتی ہوں۔ کیونکہ ہر ایک شب رخصت لینے آتی ہوں۔ اور تجھے تکلیف دیتی ہوں۔ اور تو میری ہی خاطر سے اپنا خواب و آرام کھوتا ہے۔ اس تیرے احسان سے گردن اٹھا نہیں سکتی۔ اور اس کا شکر ادا نہیں کر سکتی۔ بیت ؎

اگر ہر بن میں ہوں میری زبان نہ ہو مہربانی کا تیری بیان

طوطے نے کہا۔ اے خجستہ یہ کیا کہتی ہو۔ میں تیرے شوہر کے زرخرید بندوں میں سے ہوں۔ کام تیرا موافق غلامی کے کب کر سکتا ہوں۔ جو اس قدر لطف کرتی ہے۔ بلکہ میں آپ ہی خجالت کھینچتا ہوں۔ لیکن جو کھوں اٹھاؤنگا اور قریب ہے کہ تیرے یار سے تجھے ملاؤنگا۔

جی ملک اپنا اب گنواؤنگا پر تجھے یار سے ملاؤنگا ؞

اور رائے راد یاں کی مانند کہ اس کا احوال تو نے سنا ہوگا۔ تیرے کام کرنے میں سعی کرونگا خجستہ نے پوچھا۔ کہ اس کا احوال کیونکر ہے۔ بیان کر۔

حکایت:۔ طوطا کہنے لگا۔ کہ قنوج کے راجہ کی بیٹی صاحب جمال تھی۔ ایک فقیر اس پر عاشق ہوا اور اس کے عشق میں دیوانہ ہو گیا۔ جب ہوش آیا۔ تب اپنے دل میں کہا یہ کیا دیوانہ پن ہے۔ ادنے کو اعلے

کے ساتھ کیا نسبت۔ تو بیچارا درویش درفقیر اور وہ راجہ کی بیٹی تیرے ہاتھ کب لگے گی بے قراری کے سبب سے بعد کئی دن کے یہ پیغام راجہ کے پاس بھیجا۔ کہ اپنی بیٹی کا بیاہ میرے ساتھ کر دے کہ میں اسکو چاہتا ہوں۔ میری گدائی اور اپنی بادشاہی پر نظر نہ کر راجہ یہ پیغام فقیر کا سن کر غضب میں آیا۔ اور بولا آئے کوئی ہے۔ جلد ادہر آؤ سے اس فقیر کو جاکر سزا دے۔ دیوان نے ہاتھ باندھ کر عرض کی کہ حاکم کو یہ لازم نہیں۔ کہ غریب فقیر کو گالی دے یا ایذا پہنچائے۔ اس کو اس حکمت سے اس شہر سے نکالو کہ مارا جاوے۔ اور آپ پر بدنامی نہ آوے۔ بعد اس کے دیوان نے فقیر کو بلوا کر کہا۔ کہ اے فقیر اگر ایک ہاتھی زر لدا ہوا لاوے۔ تو یقین ہے کہ اپنی معشوقہ کو پاوے۔ درویش اس بات کے سنتے ہی خوش ہوکر زر کی فکر کرنے لگا۔ تب کسی شخص نے فقیر کو کہا۔ کہ اے گدا اگر تو اپنے تئیں رائے رایاں کے پاس پہنچاویگا تو موافق اپنی مراد کے جو چاہیگا۔ سو پاویگا۔ اسی وقت وہ رائے رایاں کے پاس گیا۔ اور اس سے سوال کیا۔ آرائے رایاں نے سنی تو وہیں ایک ہاتھی اشرفیوں سے لدا ہوا اس کو دیا۔ فقیر اس ہاتھی کو لیئے ہوئے راجہ کے پاس آیا اور کہنے لگا۔ کہ مہاراج یہ فیل زر سے لدا ہوا مجھ سے لیجیے۔ اور اپنی بیٹی سے میرا نکاح کر دیجیے۔ تب راجہ نے اپنے دیوان سے کہا۔ کہ حکمت تیری کچھ کام نہ آئی۔ وہ زر کا لدا ہوا ہاتھی لے ہی آیا ہے۔ اب کیا کیجیے۔ تب اس نے عرض کی۔ کہ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ فقیر رائے رایاں کے پاس جاکے یہ ہاتھی معہ زر مانگ لایا ہے۔ کیونکہ اب زمانے میں سوائے اس کے اور کوئی نہیں ہے۔ جو ایسے ہاتھی کے بدلے ہاتھ آوے۔ اگر لینا منظور ہے۔ تو ابھی جا۔ رائے رایاں کا سر کاٹ لا۔ اور یہ لڑکی اپنے ساتھ جہاں چاہے۔ وہاں لے جا۔ غرض وہ فقیر رائے رایاں کے پاس جاکر کہنے لگا۔ کہ اے رائے بابا اب تیرے سر کے بدلے میری آرزو ملتی ہے۔ اگر تو اپنا سر دیگا۔ یہ فقیر اپنا مدعا دل خواہ پائیگا۔ رائے رایاں نے کہا کہ اے فقیر تو اپنی خاطر جمع رکھ۔ یہ سر میرا گیان نے اسواسطے پیدا کیا ہے۔ کہ کسی کے کام آوے۔ میں ایک مدت سے اس سر کو ہتھیلی پر دہرے ہوں۔ کہ جو کوئی مانگے اسے دوں۔ اب جو تو نے طلب کیا ہے۔ یہ حاضر ہے۔ اور میں بھی موجود ہوں۔ میرے گلے میں رسی باندھ کر اس راجہ کے پاس چل اور اسے کہو۔ کہ وہ جو سر تم نے مانگا تھا۔ اس سر کو معہ تن لایا ہوں۔ اگر اس نے قبول کیا۔ تو سر میرا تن سے کاٹ لینا۔ اگر اس نے کچھ اور مانگا تو وہ بھی حاضر کرونگا۔ آخر وہ درویش رائے رایان کی گردن میں رسی باندھ کر اس راجہ کے پاس لیگیا۔ اس نے جب جوانمردی اس مرد کی دیکھی۔ تو اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے پاؤں پر گر پڑا۔ اور کہنے لگا۔ کہ سچ ہے۔ سوائے تیرے اب اس زمانہ میں اور سخی جوانمرد کوئی نہیں۔ اور نہ ہوگا۔ جو ایک فقیر کے واسطے اپنا سر دیوے۔ یہ کہکر اپنی بیٹی کو بلایا۔ اور اس کا ہاتھ پکڑوا دیکر کہا مہاراج یہ تمہاری لونڈی ہے۔ جس کو جی چاہیئے۔ اسکو دے دیجیے۔

۴ بابا کی خیر۔ ایک ہاتھی اشرفیوں کا سے بھرا ہوا یہ فقیر پاوے گا۔ یہ صدا درویش کی جو ہیں رائے رایاں۔ ۵ وہ پھر اپنے جی میں سوچکر اس درویش سے یہ کہنے لگا کہ اے فقیر راجہ کی بیٹی ایسی ہیں ہے۔

طوطے نے کہانی کہہ کر خجستہ سے کہا۔ کہ اے کدبانو میں بھی اپنا سر تیرے کام میں گنواؤں گا۔ جلدی جا اور اپنا مطلب حاصل کر خجستہ نے سنتے ہی چاہا۔ کہ جائے اتنے میں صبح ہوئی۔ اور مرغ نے بانگ دی۔

بیت ۔ اے سحر میری دشمنی کب تک ۔ وصل کی شب کبھی دکھا دے گی۔

نویں داستان طوطے کی بیوفائی شاہ عالم بادشاہ سے

جب آفتاب چھپا۔ اور ماہتاب نکلا خجستہ درد عشق کے مارے روتی ہوئی طوطے کے پاس رخصت لینے گئی۔ اور اسے متفکر دیکھ کر کہنے لگی۔ کہ اے طوطے آج غمگین ہے۔ طوطا بولا۔ کہ اے کدبانو مجھ کو تیرے مکر نے حیران کیا ہے۔ اور اسی اندیشہ میں میرا دانہ پانی چھوٹ گیا ہے۔ میں اسی سوچ میں پڑا رہتا ہوں۔ کہ کیونکہ دریافت کروں۔ کہ وہ معشوق تیرا تجھ سے وفاداری کریگا۔ یا شاہ کے طوطے کی طرح بے وفائی کر کے دغا دیگا۔ خجستہ نے پوچھا۔ کہ وہ نقل کیونکر ہے بیان کر۔

حکایت:۔ طوطا کہنے لگا۔ کہ کسی وقت میں ایک صیاد نے طوطے کے آشیانے کے جال بچھایا اور اس کو بچوں سمیت گرفتار کیا۔ اس وقت طوطے نے اپنے بچوں سے کہا۔ کہ بابا اس وقت بھی مصلحت بہتر ہے۔ کہ تم اس جگہ مردہ کی صورت ہو کر گر پڑو۔ اگر تم کو چڑیمار مردہ پائیگا۔ تو چھوڑ دیگا۔ میں تنہا جو پھنسونگی تو کچھ مضائقہ نہیں۔ اگر میں جیتی رہوں گی۔ تو کبھی نہ کسی حکمت سے اپنے تئیں تمہارے پہنچا دونگی۔ ان بچوں نے اس کے کہنے کے بموجب کیا۔ ہر ایک اپنا اپنا دم چرا کر گر پڑا۔ اس صیاد نے معلوم کیا۔ کہ شاید مر گئے ہیں۔ ان کو اس دام سے رہا کیجئے۔ یہ کہکر ان کو دام سے نکالا۔ وہ ہر ایک اڑ گیا۔ اور ایک درخت کی شاخ پر جا بیٹھے۔ تب اس طوطی پہ چڑیمار نے غضب و غصہ کیا۔ اور چاہا۔ کہ اس کو زمین پر دے پٹکے۔ اتنے میں اس طوطی نے کہا اے صیاد خبردار مجھ کو مت مار۔ اگر میں جیتی رہونگی۔ تو یہاں تک زر نقد دلواؤنگی۔ کہ پھر تا بعمر اپنی تو کسی چیز کا محتاج نہ ہوگا۔ اور جبتک جیتا رہے گا۔ تب تک کسی کام کا اندیشہ نہ کریگا۔ کیونکہ میں نہایت عقلمند اور طبیب ہوں۔ کہ ہزار مریض کو کہ جنکو ارسطو اور لقمان جواب دیں۔ ان کو اچھا کروں۔ تو مجھے اپنے بادشاہ کے پاس لے چل اور میری طبابت کی اس سے تعریف کر پھر بیچنے کو چاہنا اتنے کو اس کے ہاتھ بیچ ڈالنا۔

غرض وہ صیاد اس طوطی کو پنجرے میں بند کر کے اپنے بادشاہ کے پاس لیگیا اور کہنے لگا۔ کہ خداوندا یہ طوطی نہایت عقلمند ہے۔ اور فن طبابت میں بھی بہت دستگاہ رکھتی ہے۔ اگر حکم ہو۔ تو حضور پر نور میں حاضر ہو۔ عالم شاہ نے کہا۔ کہ بھائی میں بھی اسی فکر میں تھا۔ مجھے ایک آزار درکار ہے۔ اور یہی آرزو رکھتا ہے۔ کہ کوئی ایسا آدمی کو

میرے مرض کو دور کرے - بہتر ہے - کہ یہ میرے پاس سے تو اس کی قیمت کہ - اسنے دس ہزار اشرفی اس کی قیمت کہی بادشاہ نے وہی قیمت دے دی - صیاد سے لے کر اپنے گھر گیا - وہ طوطی بادشاہ کا علاج کرنے لگی -

بارے دو چار دن میں آدھا مرض اس کا اس کی دوا سے دور ہؤا - تب طوطے نے کہا - اے بادشاہ خدا کے فضل سے اور میری دعا کی تدبیر سے اب تم کو آدھی صحت ہو گئی ہے - اگر مجھ پر رحم کرو - اور اس پنجرے سے مخلصی بخشو تو میں ابھی ڈھونڈ کر ایسی دوا لاؤں - کہ بعد دو چار دن کے تو چنگا ہو اور غسل کرے - عالم شاہ نے جانا کہ شاید یہ طوطی سچ کہتی ہے - اس اعتبار پر اسے قفس سے آزاد کیا - طوطے نے اپنے جنگل کا رستہ لیا - اور پھر ادھر منہ نہ کیا -

طوطے نے یہ نقل تمام کر کے کہا - کہ اے خجستہ میں بھی اس بات سے ڈرتا ہوں - کہ کہیں ایسا نہ ہو - کہ وہ معشوق تیرا اس طوطی کی طرح دغابازی نہ کرے - خدا کیواسطے جلد جا - اور اپنے یار سے ملاقات کر اور تو اس کی آزمائش نہ کرے - اعتبار نہ کرنا - کدبانو نے یہ سنتے ہی چاہا - کہ جائیے - لیکن اتنے میں صبح ہوئی اور مرغ بولا - جانا اس کا اس روز بھی موقوف رہا - یہ فرد پڑھ کر رونے لگی - فرد

آج مہ رو سے اپنے میں ملتی گر نہ کرتا فلک یہ بے مہری

دسویں داستان سوداگر اور اسکی زوجہ کی

جب شمس پنہاں ہؤا - اور قمر عیاں ہؤا - تب خجستہ روتی ہوئی اور سرد آہیں بھرتی ہوئی رخصت لینے کو طوطے کے پاس گئی - متفکر ہو کر اس نے پوچھا کہ اے کدبانو آج کیوں اس قدر حیران ہے - خیر تو ہے - بی بی اتنا غم نہ کھا - اور اتنی اذیت نہ اٹھا - خدا اچھا کریگا - خجستہ کہنے لگی - کہ اے محرم راز میں ہمیشہ تیرے پاس آتی ہوں - اور احوال اپنی بے قراری کا سناتی ہوں - وہ کون وقت ہوگا - کہ جس وقت تو مجھے رخصت کرے گا - کہ اپنے معشوق سے ملاقات کرونگی - اگر آج کی شب رخصت کرے - تو میں جاؤں - اور نہیں تو صبر کر کے اپنے گھر بیٹھ رہوں - طوطی کہنے لگی - اے کدبانو - تو ہر رات میرے پاس آتی ہے - اور باتیں میری سنتی ہے - جانے کے وقت صبح ہوتی ہے - اور رات کو آخر کر دیتی ہے - میں چاہتا ہوں - کہ آج کی رات جلد جا - اگر کہے تو ایک قصہ چھوٹا سا سناؤں - کہ جس کے باعث تیری بات رہے - اور تو کسی آفت میں نہ پڑے - یہ یاد رکھنا - کہ اگر تو کہیں جاوے اور خاوند تیرا وہاں تجھے نظر پڑے - تو تو بھی اس سوداگر کی جورو کی طرح شور و غل کرنا - تاکہ وہ پشیمان ہووے - اور تیری بات رہے - خجستہ نے پوچھا کہ اس کی داستان کیسی ہے - بیان کر

حکایت :- طوطا بولا - کہ کسی شہر میں ایک سوداگر نہایت مالدار تھا - اور اسکی جورو بہت خوبصورت تھی - وہ تاجر کسی ملک میں واسطے تجارت کے گیا - اور پیچھے جورو نے بدکاری یہاں تک اختیار کی کہ ہر ایک شخص کے ہاں جاتی - تمام رات عیش و عشرت اور گانے بجانے میں گنواتی بعد کئی مہینے کے اس کا شوہر مال و اسباب بہت سا لیکر اپنے شہر میں آیا - اور کسی حویلی میں اترا اور بعد پہر رات کے ایک دلالہ کو بلاکر کہنے لگا - کہ میں آج اپنے گھر میں نہیں جا سکتا - اگر کہیں سے ایک عورت خوبصورت لے آویگی - تو میں بہت خوش کرونگا - اور دس اشرفی تجھے دونگا - اور بیس اسے دونگا - یہ سنتے ہی وہ بڑھیا لوٹ گئی - کہ یہ کوئی بڑا سوداگر ہے - ایک عورت کی خاطر بیس اشرفی دیتا ہے - آخر وہ بڑھیا لالچ میں آگئی - اور کسی کو تلاش کیا غرض بہت سا ادھر ادھر ڈھونڈھ کر حیران ہوئی - جب کہیں رنڈی ہاتھ نہ لگی - تب اتفاقاً وہ کٹنی اسی تاجر کے گھر گئی - اور بی بی سے کہنے لگی - کہ آج کسی ملک سے ایک بڑا سوداگر مالدار آیا ہے - اور خوبصورت بھی ہے - اس نے ایک رنڈی بلوائی ہے - اگر تیرا جی چاہے - تو چل - صبح کو بیس اشرفی لے کر اپنے گھر آ - وہ اس دلالہ کے ساتھ ہوئی - اور اس سوداگر کے پاس آئی - جونہیں اپنے خاوند کی صورت دیکھی وہیں پہچان گئی - اور جی میں کہنے لگی - کہ واہ جی واہ یہ تو میرا ہی خاوند ہے - اب میں کیا کروں -

بقصہ غل کرتی اٹھی - اور کہنے لگی - اے ہمسایو لوگو دوڑو میرا انصاف کرو - چھ برس سے میرا خاوند سوداگری کو گیا تھا - میں دن رات اسکی راہ تکتی تھی - اب جو یہاں آیا - تو اس حویلی میں اترا - اور میرے گھر نہ گیا - آج میں اسکے آنے کی خبر سن کر آپ آئی ہوں - اگر تم میری داد کو پہنچو - تو بہتر ہے - نہیں تو قاضی کے ہاں نالش کرونگی - اور اسے نہ چھوڑوں گی - آخر محلے کے لوگ جمع ہوئے - تب اس نے کہا - کہ میں اسکی جورو ہوں اور میرا یہ خاوند ہے - مجھے یہ اکیلا اس شہر میں چھوڑ کر سفر کو گیا تھا - میں اسی غم میں آٹھوں پہر رہا کرتی تھی - بارے آج خدا کے فضل سے میاں صاحب جیتے جاگتے جو آئے تو گھر نہیں گئے - اور مجھ سی بیوی صاحب جمال کو بھلا کر غیر بدبختوں کے ساتھ عیش کیا چاہتے ہیں - آج میں یہ خبر سن کر آئی ہوں - تم خدا ترس ہو انصاف کرو -

آخر اس سوداگر کو ہر ایک شخص نے سمجھا بجھا کر اس بی بی سے ملا دیا - اور یہ کوئی نہ سمجھا - کہ وہ آپ ہی خرچی کو آئی تھی -

کیوں دیکھا - اس عورت کی زبان آوری کو کہ جس کے سبب سے حرمت نہ گئی - اور خاوند کو اپنے گھر میں لائی جب طوطے نے یہ داستان تمام کی تو خجستہ سے کہا - کہ اٹھ دوڑ اور اپنے معشوق کے پاس جا دیر نہ کر خجستہ نے یہ سنتے ہی چاہا - کہ جاوے - اتنے میں صبح ہوگئی - اور مرغ نے بانگ دی - جانا اس کا

اس روز بھی موقوف رہا۔ تب یہ بیت پڑھا۔ بیت

کس طرح میسّر ہو شب وصل دل آرام
ہر صبح ہے در پے یہ مرے گردش ایّام

گیارہویں داستان زمیندار کی جورو کی کہ اپنی سخن آرائی سے ندامت نہ اٹھائی

جب سورج چھپا اور چاند نکلا۔ خجستہ بے اختیار زار و زار روتی ہوئی طوطے کے پاس رخصت لینے گئی۔ اور کہنے لگی۔ کہ اے محرم راز آج اس کی مفارقت سے حال دل تباہ ہے۔ اگر صلح جانے تو مجھے جلد رخصت کر نہیں تو صبر کر کے بیٹھ رہوں گی۔ مگر یہ جانتی ہوں۔ کہ جو کوئی عاشق ہے۔ اسے صبر سے کیا کام بے اختیار جی چاہتا ہے۔ کہ کسی طرح اپنے آپ کو اس کے پاس پہنچاؤں اور خوب اس کے گلے میں لگ کر حظ جوانی کا اٹھاؤں۔ رباعی

دیکھوں گی تجھ کو کس کے سائیں۔ آنکھیں تو بند ہوتی ہیں سائیں
دل یاد میں دیدۂ منتظر بر سر راہ ہونٹوں میں دم رتوں سائیں سائیں

طوطا کہنے لگا۔ کہ اے خجستہ میں نہ جانتا تھا۔ کہ عشق فسادی یہانتک تجھے تباہ کریگا۔ اور غم اس کی جدائی کا اس جان کو بچا دے گا۔ میر حسن

تیرے غم سے آنے لگا مجھ کو ہول تیرے غم سے آنے لگا مجھکو ہول

لیکن خدا کا فضل چاہیئے۔ انشاء اللہ تعالےٰ اب اپنے یار سے ملیگی۔ اگرچہ ہر ایک شب تو میرے پاس رخصت لینے آتی ہے۔ اور میری باتیں سنکر شب امید کو گنواتی ہے۔ پر عقلمندوں نے کہا ہے جو کوئی سوچکر کام کرتا ہے۔ وہ ہرگز پشیمانی نہیں اٹھاتا ہے۔ بلکہ ہمیشہ سرخرو رہتا ہے جس طرح سے کہ اس دہقان کی جورو نے سوچ کر جو حرکت کی تو کچھ ندامت نہ کھینچی۔ خجستہ نے پوچھا۔ کہ اس کا قصہ کیوں کر ہے۔

حکایت:۔ طوطا کہنے لگا۔ کسی دن ایک گنوار کی مہریا اپنے کوٹھے پر بیٹھی تھی۔ ایک نوجوان اس کو دیکھ کر عاشق ہوا۔ عورت نے بھی معلوم کیا۔ کہ یہ مجھ پر شیدا ہوا ہے۔ بلوائیے اور مزے اڑائیے۔ آخر اس مرد کو اشارے سے طلب کیا۔ اور کہا۔ کہ بعد آدھی رات کے تو اس درخت کے نیچے آ کر بیٹھ رہنا میں بھی اپنے خاوند کو سلام کر کے تیرے پاس آؤنگی۔ یہ کہ کر ادھر سے رخصت کیا۔ اور آپ اپنے گھر آئی۔ اور کاروبار میں مشغول ہوئی جب

آدھی رات گذری جواں اس درخت کے نیچے آکر بیٹھ رہا - یہ عورت قسم کو چھوڑ کر وہیں گئی اور اس کے ساتھ ہی سو رہی - اتفاقاً اس کا سسر اس وقت کسی کام کے واسطے اٹھا - اور باہر جانے لگا - کیا دیکھتا ہے - کہ بیٹے کی جورو ایک غیر مرد کے ساتھ سوئی ہے - اس بات سے رنجیدہ ہوا - اس کی پازیب اتار کر لے گیا - جب اس کی آنکھ کھلی - کیا دیکھتی ہے - کہ پاؤں میں پازیب نہیں ہے اس نے معلوم کیا کہ میرے سسر نے یہ ماجرا دیکھا ہے - اب صبح کو خدا جانے کیا ہو - یہ سمجھ کر اپنے یار سے کہا - کہ تم جاؤ پھر کبھی آنا - یہ کہہ کر اس کو رخصت کیا - اور ادھر سے اپنے خاوند کے پاس آکر لیٹ رہی - بعد ایک دم کے کہنے لگی - کہ یہاں اس وقت گرمی لگتی ہے - اس درخت کے نیچے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا ہے - چلیئے -

آخر الامر اس بہانہ سے اپنے خاوند کو اس درخت کے نیچے لائی اور دونوں مل کر سو رہے - جب اس کی آنکھ لگ گئی - تب جگا کر کہنے لگی - کہ اجی سوتے کیا ہو اٹھو - اور ایک تماشہ دیکھو - وہ بے اختیار اٹھ بیٹھا - اور کہا کہ کیا کہتی ہو - کہنا کیا تمہارے باپ نے میری ایک پازیب اتار لی ہے - تب اس نے کہا - خیر صبح کو میں ان کو سمجھا دونگا - جیسا میرا باپ ہے - ویسا تیرا باپ ہے - یہ کیا کہ میرے پاؤں کی پازیب اتار کر لے گیا - اور مجھے ننگا کھلا دیکھ گیا - خیر انہیں صبح کو سمجھا دونگا - کہ پھر ایسی حرکت نہ کرنا - جب صبح ہوئی تو اپنے باپ کو جھنجلا کر کہنے لگا - کہ باباجان تم کو مناسب ہے - جہاں اور بہو ساتھ سوتے ہوں - جاؤ اور انکو اس حال میں دیکھو - تب اس کے باپ نے کہا - کہ بیٹا! کچھ شعور پکڑ - تیری عورت کمبخت غیر مرد کے ساتھ سوئی تھی - میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا ہے - اور یہ پازیب پاؤں کی اتاری یہ بات سنتے ہی وہ اور بھی خفا ہوا - کہ تم خواہ مخواہ میری جورو کے دشمن ہوئے ہو - میں خوب جانتا ہوں اس وقت گرمی کے باعث سے میں نے اس درخت کے نیچے اس کے ساتھ سویا تھا - کہ تم نے یہ حرکت کی - چنانچہ یہ سن کر باپ اس کا شرمندہ ہوا -

طوطے نے یہ قصہ تمام کر کے کہا - کہ کیوں دیکھا - تو نے اس رنڈی نے کیا کارستانی کی - کیا اپنے اوپر کچھ بات نہ آنے دی - غیر کی دوستی بھی رہی اور سسر کو ذلیل کیا - آپ اچھی کی اچھی رہی - خجستہ اب جلدی جا - اور اپنے دل دار کو گلے لگا - کدبانو نے یہ سنتے ہی چاہا - کہ جا دے - اتنے میں صبح ہوئی - اور مرغ سحر نے بانگ دی - اس کا جانا اس روز بھی موقوف رہا - تب فرد پڑھا اور رونے لگی

بیت

وصل کی شب گذر گئی افسوس — آئی پھر ہجر کی ہجر افسوس

بارہویں داستان سوداگر بچی اور شغال کی کہ وہ سوداگر بچی کی حکمت سے رسوائی سے بچی

جب سورج چھپا۔ اور چاند نکلا۔ رات ہوئی تب خجستہ آنکھوں میں آنسو بھرے گریبان چاک کیے سینہ پر سوند سے طوطے کے پاس رخصت لینی گئی۔ اور کہنے لگی۔ اے عقلمند تیری دانائی پر نہایت اعتبار رکھتی ہوں۔ اس واسطے ہر رات تیرے پاس آتی ہوں۔ اور تیری تدبیر اور رائے اور دانائی کے صدقہ ورفعا ہوں کے قربان۔ آج دل اڑا آتا ہے۔ اور سینہ پھٹا جاتا ہے۔ کیونکہ اپنے تئیں تیری تدبیر و رائے اور دانائی اور کس طرح سے اپنے گلے لگاؤں۔ فرد ؎

آتش عشق جی جلاتی ہے بہ بلا جان پر ہی آتی ہے

اگر مجھے اب رخصت نہ کریگا۔ تو کب کریگا۔ اور اب اجازت نہ دیگا تو کب دیگا۔ تیری منت کرتی اور اسی تدبیر میں پھرتی ہوں۔ فرد ؎

اپنے چھٹنے کی کس طرح تدبیر میں رہیئے بہار آئی ہے کیونکر خانۂ زنجیر میں رہیئے

خدا کے واسطے کچھ ایسا ڈھب بتا۔ کہ جس سے باعث دلدار سے جلد ملاقات ہو۔ اس کو سن کر طوطا کہنے لگا۔ اے خجستہ یہ غم تیرا میرے دل میں ہے۔ اور میں جب تک بے فکر نہ رہونگا۔ اور کس شب تجھ کو رخصت نہیں کرتا۔ کہ تو محبوب کے پاس نہ جائے۔ بلکہ تو آپ سے نہیں جاتی اور میری باتوں میں رات گنواتی ہے۔ ایسا نہ ہو۔ کہ نہ بھید تیرا کھلے اور چرچا اس کا لوگوں میں پڑے۔ تجھے ایسی حکمت سکھاتا ہوں۔ کہ جیسا ایک سوداگر بچی کو ایک گیدڑ نے سکھائی تھی۔ جس طرح اس کے سبب وہ رسوائی سے بچی تھی۔ تو بھی بچ رہیگی۔ تب خجستہ نے کہا اس کی کہانی کیونکر ہے۔ بیان کر۔

حکایت:۔ طوطا کہنے لگا۔ کہ کسی شہر میں ایک امیر نہایت عالیشان اور دولتمند تھا۔ اور بیٹا اس کا نہایت کریہہ منظر اور بدشکل اور احمق تھا۔ جب وہ لڑکا بالغ ہوا تب اس کے باپ نے کسی سوداگر کی بیٹی سے بیاہ کر دیا۔ وہ لڑکی نہایت خوبصورت اور عقلمند اور ہشیار گانے بجانے میں بھی نہایت ہی شعور دار تھی۔ اتفاقاً وہ لڑکی کسی رات اپنے کوٹھے پر بیٹھی تھی۔ اور ایک شخص دیوار کے تلے خیال گا رہا تھا۔ عورت کا دل سنتے ہی اس کی آواز پہ آگیا۔ اپنے کوٹھے سے اتر کر اس کے پاس جاکر کہنے لگی۔ کہ اے شخص میرا خاوند نہایت بدصورت اور احمق ہے۔ تجھ سے ہو سکتا ہے۔ کہ مجھے اپنے ساتھ کسی ملک میں لے نکلے۔ جب تک میں جیتی رہوں گی۔ تیری فرمانبرداری کرونگی۔ آخر کار اس نے بھی اسکی بات قبول کی۔ اسی گھڑی اسکو اپنے ساتھ لیکر جنگل کی راہ لی۔ اور جاکر ایک تالاب کے کنارے

پر کسی درخت کے نیچے دونوں آپس میں لپٹ کر سو رہے۔ بعد ایک گھڑی کے وہ جوان چونکا۔ اور اس عورت کے بدن کا تمام زیور اتار لیا۔ اور آپ چلتا رہا۔ اس عرصہ میں کہیں اس کمبخت کی جو آنکھ کھلی۔ تو نہ بدن میں گہنا دیکھا۔ اور نہ بستر پہ یار۔ اب اس کو یقین ہوا۔ کہ اس دغاباز نے صاف مجھ سے دغا کیا۔ پشیمان ہو کر کہنے لگی۔ کہ یا الٰہی معاف کر میری تقصیر۔ میں نے جو کیا وہ پایا۔ اتنے میں صبح ہو گئی۔ تب اس تالاب کے کنارے ننگی ہو کر جا کھڑی ہوئی۔ کیا دیکھتی ہے۔ کہ گیدڑ ایک منہ میں ہڈی لئے تالاب کے کنارے آیا ایک مچھلی جو دیکھی تو ہڈی منہ سے پھینک دی۔ اور اس پر دوڑا مچھلی اسے دیکھ کر پانی میں ڈوب گئی۔ تب وہ گیدڑ اسی ہڈی کو لینے گیا۔ تو اس کو بھی نہ پایا۔ کیونکہ اسے ایک کتا لے گیا تھا۔ اس ماجرے کو دیکھ کر وہ عورت نہایت زور سے ہنسی اور کہنے لگی یہ کیا خوب مثل مشہور ہے۔ جو آدھی کو چھوڑ ساری کو جاوے تو پھر ساری ملے نہ آدھی کو پاوے۔ یہ سن کر اس گیدڑ نے پوچھا کہ بی بی تو کون ہے۔ جو اس وقت جنگل میں اکیلی اس تالاب میں کھڑی ہے۔ اس نے اپنا سب احوال اس شغال سے کہا تو اس کو اس کے حال پر رحم آیا۔ کہنے لگا۔ بی بی کچھ اندیشہ نہ کر۔ صلاح تو یہ ہے۔ کہ اب تو یہاں دیوانوں کی طرح ہنستی اور روتی چلی جا۔ جو تجھے اس حال سے دیکھیگا رحم کرے گا۔ اور کوئی کچھ نہ کہے گا۔ آخر اس رنڈی نے موافق اسکی تدبیر کے اپنا حال بنایا۔ اور گھر کا رستہ پکڑ وہیں سے دیوانوں کی طرح شور و غل کرتی ہوئی اپنے گھر گئی۔ اس حیلہ کے باعث کسی نے اسکو برا نہ جانا بلکہ ہر ایک اس کو دیکھ کر کڑھنے لگا۔

طوطے نے یہ کہانی تمام کر کے خجستہ سے کہا۔ کہ یہ وقت اچھا ہے۔ جلد جا۔ اور اپنے معشوق سے مل۔ کچھ اندیشہ مت کر۔ خدا نہ کرے اگر کوئی مشکل تیرے آویگی تو ایک حیلہ ایسا سکھا دونگا۔ کہ وہ مشکل آسان ہو گی۔ اور تیری حرمت رہے گی نہ خجستہ نے چاہا۔ کہ جاوے اتنے میں صبح ہوئی اور مرغ نے بانگ دی۔ جانا اسکا اس روز بھی موقوف رہا۔ تب یہ فرد پڑھی اور رونے لگی۔ فرد

رات کا صبح ہوا نہ خواب ۔۔۔ نہ ملا صبح آفتاب مرا

تیرہویں داستان شیر اور برہمن طمع کر کے جان سے گیا

جب سورج چھپا اور شام ہوئی خجستہ بے قرار دکھی سی صورت بنائے ہوئے طوطے کے پاس رخصت لینے گئی اور کہنے لگی کہ اے طوطے معلوم ہوا۔ کہ تجھے میرے درد کی خبر نہیں میری باتیں سن کر اڑا دیتا ہے۔ اور ادھر ادھر کے جھوٹ سچ قصے کہانیاں سنایا کرتا ہے۔ میں نہیں جانتی کہ تجھے اس سے کیا حاصل۔ طوطے نے کہا۔ کہ اے کدبانو خدا سے چاہتا ہوں۔ کہ جلد کہیں اسکے پاس جاوے۔ آگے لگا دے۔ تو آپ ہی نہیں جاتی۔ اور

دیر کرتی ہے - اس میں میری تقصیر کچھ نہیں - شعر ؎

یوں آپ کی خوشی ہے مجھے قتل کیجئے ؛ بر عرض تو بس یہی ہے کہ میری خطا نہیں

مگر خیر اب شتاب جا - اور اس سے ملاقات کر کے جلد پھر آ یہ یاد رکھنا - کہ وہاں کسی چیز کا طمع نہ کرنا - کیونکہ لالچ بہت بری شے ہے - اگر طمع کریگی - تو تیرا بھی حال ایسا ہوگا - جیسا کہ اس برہمن کا ہوا تھا - خجستہ نے پوچھا - کہ اس کی نقل کیونکر ہے -

حکایت : - طوطے نے کہا - کہ کسی شہر میں ایک برہمن نہایت مالدار تھا - اتفاقاً وہ مفلس ہوکر کسی اور ملک میں کچھ پیدا کرنے گیا - ناگاہ کسی روز ایک جنگل میں جا پہنچا - اور تالاب کے کنارے پر دیکھا - کہ ایک شیر بیٹھا ہے - اور ایک لومڑی اور ایک ہرنی کی نظر اس پر جا پڑی - تب آپس میں وہ دونوں سوچ کے بولیں - کہ اگر شیر اس کو دیکھے گا تو مار ہی ڈالیگا - کچھ ایسی مصلحت کیجئے کہ جس کے باعث سے اس کو شیر نہ مارے - بلکہ انعام دے - یہ بات ٹھہرا کر وہیں دعائیں دے کر کہنے لگیں - کہ آپ کی سخاوت یہاں تک مشہور ہے - کہ یہ آدمی بھی ایسے کچھ مانگنے آیا ہے - اور ہاتھ باندھے کھڑا ہے - شیر نے سر اٹھا کر دیکھا - اور خوش ہوکر اس برہمن کو آگے بلوایا - اور نہایت رحم کھایا - غرض زر و زیورات لوگوں کا کہ جنکو مارا تھا - سب اس برہمن کو بخشا اور مہربانی سے رخصت کیا - تب وہ برہمن بہت سامان لیکر گھر گیا - اور مزے سے گذران کرنے لگا - بعد ایک مدت کے جو لالچ آیا - تو وہ برہمن اجل گرفتہ اسی شیر کے پاس گیا - اس وقت پاس اس کے بھیڑیے اور کتے کھڑے تھے - اس برہمن کو دیکھتے ہی خوش ہوئے اور شیر سے کہنے لگے - کہ یہ آدمی کیسا اور کتنا ڈھیٹھ ہے - کہ آپ کی بے طلب روبرو آتا جاتا ہے اور خطرہ اپنی جان کا نہیں کرتا - اس بات کے سنتے ہی شیر آگ بگولا ہوگیا - اور اپنی جگہ سے اچھل کر ایک ہی طمانچہ مارا - اور برہمن کا کام تمام کیا - اور کہا اے خجستہ اگر وہ برہمن لالچ نہ کرتا - تو جان سے مارا نہ جاتا - یہ یقین ہے - کہ جو لالچ کریگا - سو بلا میں پڑیگا - خیر اب پھر رات باقی ہے - جلد جا اور اپنے معشوق سے مل - اور اتنی رات عیش میں بسر کر خجستہ نے یہ سنتے ہی چاہا کہ جاوے اور اسے گلے لگاوے - اتنے میں پو پھٹی اور مرغ نے اللہ اکبر کی آواز دی جانا اس کا اس روز موقوف رہا - تو یہ بیت پڑھنے لگی اور رونے لگی - ؎

اے سحر تو کس لئے آتی ہے ؛ وصل کی شب کیوں گنواتی ہے

چودھویں داستان بلی چوہوں کو مار کر منفعل ہوتی ہے

جب سورج چھپا اور چاند نکلا - تب خجستہ گل آنارہ جوڑا پہن کر گہنے پاتے سے اپنے تئیں آراستہ کر

کے طوطے کے پاس رخصت لینے گئی ۔ اور اسے دیکھ کر کہنے لگی ۔ کہ اے طوطے خوش کرنے والے آج کیوں غمگین ہے ۔ اور اس قدر کیوں اندیشہ ہے ۔ طوطا کہنے لگا ۔ اے کدبانو مجھ کو تیرا غم مارے ڈالتا ہے ۔ اور یہی اندیشہ کھائے جاتا ہے ۔ کہ تو ہر ایک شب میرے پاس رخصت لینے آتی ہے ۔ اور میری باتوں میں صبح ہو جاتی ہے ۔ ایسا نہ ہو ۔ کہ یکایک تیرا خاوند آجائے اور تو نہ جا سکے اور نہ جانیکا باعث سے تو پشیمان ہو ۔ مانند اس بلی کے ۔ کہ جس نے چوہوں کو مار کر انفعال کھینچا تھا ۔ خجستہ نے یہ سنتے ہی کہا ۔ اے طوطے چوہے بلی کی خوراک تھی ۔ یہ تعجب ہے کہ بلی چوہوں کے مارنے پشیمان ہوئی کچھ اسکا بھید ہیں نہیں سمجھی

حکایت :۔ طوطا کہنے لگا ۔ کہ کسی بیابان میں ایک شیر اب بوڑھا ہو کر رہا کرتا تھا ۔ کہ بڑھاپے کے باعث اس کے دانتوں نے جڑیں چھوڑ دیں ۔ اگر وہ گوشت کھاتا ۔ تو ریشہ اس کے دانتوں میں اٹک رہتا تھا اور اس جنگل میں چوہے بہت رہتے تھے ۔ جب وہ شیر رات کو سوتا ۔ تب ہر ایک چوہا آن کر اسکے مسوڑھوں سے ریشہ گوشت کا کھینچتا اور وہ گوشت نکال کر کھا جاتا ۔ اسی سبب سے اس کو اذیت ہوتی ۔ اور وہ چونک پڑتا ۔ آخر اس نے کہا ۔ کہ تم کچھ ایسی تدبیر کرو ۔ کہ یہ چوہے مجھے تکلیف نہ دیں ۔ اور میں چین سے تمام رات سویا کروں ۔ تب لومڑی نے ہاتھ باندھ کر عرض کی ۔ کہ حضرت سلامت بلی آپ کی خاص رعیت اسکو پاسبانی کی خدمت دیجئے ۔ اور آپ مزے سے رات بھر آرام کیجئے ۔ یہ بات لومڑی کی شیر کو خوش آئی ۔ اور بلی کو بلوا کر خدمت کوتوالی کی دی ۔ وہ اپنی خدمت پر مستعد ہوئی چوہوں نے بلی کو دیکھ کر جنگل کا رستہ لیا ۔ تب شیر نے اپنے خاطر خواہ رات کو آرام کیا ۔ اور بلی کو سرفراز کیا ۔ پر وہ بلی اپنی دانائی سے ان چوہوں کو دور سے دھمکایا کرتی ۔ اور کبھی کسی کو نہ پکڑتی ۔ کیونکہ وہ جانتی تھی ۔ کہ ان کی بدولت مجھ کو یہ خدمت ملی ۔ اگر ان کو کھاؤں گی ۔ تو شیر کا مجھ سے کچھ سروکار نہ رہیگا ۔ اور یہ خدمت چھین لیگا ۔ اس بات کو سمجھ کر وہ اپنے اوپر فاقہ قبول کرتی ۔ اور ان میں سے کسی کو نہ کھاتی ۔ اتفاقاً ایکدن خدا نے اسکی عقل پہ پردہ ڈالا ۔ کہ وہ اپنا بچہ شیر کے آگے لائی ۔ اور ہاتھ باندھ کر عرض کی کہ آج میں کسی کام کو جاتی ہوں ۔ اگر حکم ہو ۔ تو اپنے بچے کو چھوڑ جاؤں کل صبح کو پھر حضور کی خدمت میں حاضر ہونگی ۔ یہ بات اسکی شیر نے پسند کی ۔ اور اپنی خوشی سے رضا دی ۔ بلی اپنے کام کو گئی ۔ اور یہاں اس بچہ نے جس کو دیکھا مار لیا ۔ غرض ایک رات دن میں سب کا کام تمام کیا ۔ دوسرے دن صبح کو آکر بلی نے جو دیکھا ۔ تو ہر چوہے کو مرا پایا ۔ تب اپنا سر پیٹ لیا ۔ اور کہنے لگی ۔ اے بدبخت یہ کیا کام کیا جو تمام چوہے مار ڈالے ۔ انہیں کے سبب سے میری حرمت تھی ۔ تب بچہ نے کہا ۔ کس لئے چلتے وقت مجھکو منع نہ کیا حاصل کلام یہ ہے ۔ کہ وہ پچتائی اور پشیمان ہوئی ۔ جب یہ خبر شیر کو پہنچی ۔ کہ اب جنگل میں چوہے کا نام نہیں ۔ تب

بلی کو اس نے جواب دیا۔ اور کوتوالی سے معزول۔

طوطے نے یہ داستان تمام کر کے کہا کہ اے کدبانو تو نہایت کاہلی کرتی ہے۔ کہ اتنے دور نہیں جا سکتی۔ اور ہر ایک رات مفت میں گنواتی ہے۔ میں ڈرتا ہوں۔ کہ کہیں تیرا شوہر نہ آجاوے اور اس بلی کی طرح تو بھی خفیف ہو۔ خجستہ نے یہ سنتے ہی چاہا۔ کہ اتنے میں صبح ہوئی۔ اور مرغ نے اذان دی جانا اس کا اس روز بھی موقوف رہا۔ تب یہ بیت پڑھا اور رونے لگی۔ سے وصل کی رات مفت کھوئی ہے۔ ای سحر کس لئے تو جلد آئی ہے

پندرہویں ۱۵ داستان شاہ پور مینڈک کی کہ اپنی قوم پر ایذا پہنچا کر پشیمان و نادم ہوا

جب سورج چھپا اور چاند نکلا خجستہ کپڑے بدل اور بہت سا گہنا پہن طوطے کے پاس رخصت لینے گئی اور کہنے لگی۔ کہ اے طوطے میں تجھے دانا جانتی ہوں۔ اور تیری مصلحت نیک سمجھتی ہوں۔ لیکن مجھ کو تجھ سے حاصل نہیں ہوتا۔ ایسی تدبیر نہیں بتاتا۔ کہ جس کے باعث اس سے ملوں۔ اور اپنے مقصد پر پہنچوں۔ اگر اس کام میں دیر ہوئی ہے۔ طوطا بولا۔ اے خجستہ میں اس تدبیر میں ہوں۔ تو اپنی خاطر جمع رکھ۔ تجھے تیرے یار کے پاس پہنچائے دیتا ہوں۔ اے بیوقوف غافل اسے کہتے ہیں جو اپنا آغاز و انجام نہ سمجھتا ہو۔ اور اپنے نیک و بد پر نظر نہ رکھتا ہو۔ وہ آخر کو پشیمان ہوتا ہے جس طرح کہ شاہ پور نے اپنی قوم کا کہنا نہ مانا۔ خجستہ نے پوچھا۔ کہ شاہ پور کون تھا۔ اس کا قصہ کیونکر ہے۔

حکایت:۔ طوطا کہنے لگا۔ کہ عرب کے ملک میں ایک گہرا کنواں تھا۔ اور اس میں بہت سے مینڈک تھے۔ شاہ پور نام ان کا سردار تھا۔ جب وہ مینڈکوں پر بہت ستم کرنے لگا۔ وہ گھبرا کر مشورت کر کے کہنے لگے۔ کہ ہم اس کے ہاتھ سے عاجز آئے ہیں۔ اسکو موقوف کر کے ایک اور مینڈک کو اپنی قوم کا سردار کیجئے یہ بات مقرر کر کے ان مینڈکوں نے اسکو تغیر کیا۔ اور دوسرے کو سردار۔ وہاں سے ناچار ہو کر ایک سانپ کے بل کے پاس گیا۔ اور آہستہ آہستہ بولنے لگا۔ سانپ نے سر نکالا۔ اور مینڈک کو دیکھ کر ہنسا۔ اور کہا۔ اے احمق تو میرا کھانا ہے۔ تو کیوں اپنی جان دینے میرے پاس آیا ہے۔ مینڈک نے کہا۔ کہ میں اپنی قوم کا سردار ہوں۔ اور فلانے کنوئیں میں رہتا ہوں۔ تمہارے پاس اپنی فریاد لایا ہوں۔ کہ دو پاؤں اور بیہودی کو پہنچوں۔ سانپ خوش ہوا۔ اسکو دلاسا دے کر کہنے لگا۔ کہ وہ کنواں مجھے دکھائے۔ کہ وہاں جاؤں اور تیرا بدلا اس سے لوں۔ آخر سانپ اور مینڈک باہم اس کنوئیں پر پہنچے۔ اور اس کے اندر اترے۔ سانپ جب کتنے دنوں میں ان مینڈکوں کو کھا چکا۔ تب اس سے کہنے لگا۔ کہ آج نہایت بھوکا ہوں۔ کچھ ایسی تدبیر کر کہ جس سے میرا پیٹ بھرے۔ تب شاہ پور ڈرا۔ اور نہایت پشیمان ہو کر کہنے لگا۔ کہ میں نے کیا کیا۔ کہ اس سانپ سے مدد

چاہی۔ اور اپنی برداری کو برباد کیا۔ خیر جو ہوا سو ہوا۔ یہ کہہ کر سانپ سے کہا۔ کہ مجھ پر مہربانی کی جو میرا بدلہ ان مینڈکوں سے لیا۔ اب آپ اپنے گھر سدھاریئے۔ سانپ نے کہا۔ میں تجھے تنہا نہ چھوڑونگا۔ تب شاہ پوپے نے کہا۔ کہ ایک اور کنواں یہاں سے بہت نزدیک ہے۔ اور اس میں بہت مینڈک رہتے ہیں۔ اگر کہو تو ان کو بھی کسی تدبیر سے یہاں لے آؤں۔ یہ بات سانپ نے پسند کی۔ اور اسے رخصت کیا۔ غرض وہ مینڈک اس بہانہ سے اس کنوئیں سے نکلا۔ اور کسی تالاب میں جا کر چھپ رہا۔ آخر سانپ کئی دن کے بعد اس کی راہ دیکھ کر کنوئیں سے نکلا اور اپنے گھر چلا گیا۔ طوطے نے یہ قصہ تمام کر کے کہا۔ کہ اے خجستہ اب دیر نہ کر۔ جلدی کر اور اپنے یار کو مل جونہی پاکر جا۔ تو مرغ نے

سولہویں داستان کہ سیاہ گوش نے مکر سے بندر کو ہلاک کر دیا اور اپنی تیز فہمی سے شیر کا مکان لے لیا

جب آفتاب چھپا اور ماہتاب نکلا خجستہ کپڑے بدل گہنا پہن منہ بنا۔ اور تیوری چڑھائے رخصت لینے آئی۔ اور کہنے لگی اے طوطے میں ہر ایک شب تیرے پاس رخصت لینے آتی ہوں۔ اور حالت اپنی بیقراری کی دکھاتی ہوں۔ کچھ کہانی سننے نہیں آتی۔ جو تو ناحق میرا مغز پھراتا ہے۔ اور جھوٹ موٹ کے قصے سناتا ہے۔ کہ سنی سے شوہر بھلا جو نزت دے جواب طوطا بولا! کہ ایک دن بانو تیرے جانے سے تیرا نقصان کچھ نہ ہوگا۔ بلکہ ہر ایک شخص فائدہ اٹھائیگا۔ بہتر یہ ہے کہ آج جلد جاؤ۔ اور اپنے معشوق سے ملاقات کر اگر کوئی دشمن وہاں پہنچے۔ اور تجھے شرمندہ کرے تو تو بھی سیاہ گوش کی طرح مکر سے حیلہ بنانا۔ اور اپنی بات بنانا۔ خجستہ نے پوچھا۔ کہ اس سیاہ گوش کی کہانی کیونکر ہے بیان کر۔

حکایت:۔ طوطا کہنے لگا۔ کہ کسی جنگل میں ایک شیر رہتا تھا۔ اور ایک بندر اس کا مصاحب تھا۔ اتفاقاً شیر کسی اور مکان کی سیر کو چلا گیا تھا۔ اور بندر کو اپنی جگہ بٹھا کر کہنے لگا۔ کہ جب تک میں یہاں نہ آؤں۔ تب تک تو اس مکان سے خبردار رہنا۔ اور کسی کو اسمیں نہ رہنے دینا۔ بعد کئی دن کے ایک سیاہ گوش نے اس مکان کو لیلیا اور وہیں رہنے لگا اسلئے کہ وہ مکان نہایت اچھا تھا۔ تب بندر نے کہا۔ کہ اے سیاہ گوش یہ مکان شیر کا ہے۔ تیری کیا قدرت کہ بے حکم اس کے یہاں رہنے سے یہ بات اچھی نہیں۔ تب بندر نے سیاہ گوش سے یہ جواب پایا کہ یہ مکان میرے باپ کا ہے میں نے اپنے باپ سے میراث میں پایا ہے۔ تجھے خبر نہیں۔ اور اگر یوں بھی ہے تو تجھے کیا آگ جانے جانے لوہار جانے دھونکنے والی بلا جانے یہ بات سن کر بندر چپ رہا۔ اور اپنے جی میں کہنے لگا۔ کہ مجھے کیا جو کوئی جیسا کریگا ویسا بھریگا پھر سیاہ گوش کی مادہ نے کہا۔ کہ آمادہ جس وقت وہ یہاں آویگا (میں ایک حیلہ) کے اس جگہ سے ٹال دونگا۔ تو خاطر جمع رکھ۔ کچھ پرواہ نہیں۔

القصہ بعد کئی دن کے شیر کے آنے کی خبر معلوم ہوئی تب بندر پیشوائی کے لئے گیا اور سیاہ گوش کے احوال سے اس کو آگاہ کیا۔ اور کہا میں نے کہا تھا۔ کہ اس مکان میں مت رہ کیونکہ یہ شیر کے رہنے کا مکان ہے اگر تو

یہاں رہیگا۔ تو تیرے حق میں یہاں کا رہنا بہت برا ہے۔ تب اس نے جواب دیا۔ کہ یہ مکان میں نے اپنی باپ کی ورثہ میں پایا ہے۔ کچھ شیر کے دادا کا نہیں جو چھوڑدوں۔ جگہ کی خاطر جیرانِ پھرددں۔ یہ سن کر اس نے کہا کہ اے بوڈی اس کلام سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ سیاگوش نہیں۔ بلکہ مجھ سے زیادہ قوت رکھتا ہے۔ جو ایسی شریری بات کرتا ہے نہیں۔ تو سیاہ گوش آج کوئی اور جانور تو نہیں ہے۔ اگر اس پر آپ کی ذرا بھی آنکھ پڑ لگی۔ تو اس کی جان ہی نکل جاوے گی آپ چل کر اسے دیکھئے۔ میں اتنا بیوقوف نہیں ہوں جو آپ سے کچھ کا کچھ کہوں۔

تب اس سے شیر نے کہا اے بندر خدا بر حق ہے یہ کیا کہتا ہے۔ اکثر جانور ایسے ہیں۔ کہ وہ دیکھنے میں چھوٹی اور شجاعت اور بہادری میں مجھ سے بڑے۔ شایا نہیں میں وہ بھی ہو یہ کہ ڈرتے ڈرتے اپنی جگہ کیطرف چلا۔ سیاہ گوش بھی اپنی مادہ سے اس کے پہنچنے سے پہلے ہی کہہ چکا تھا۔ کہ جس وقت اسجگہ شیر پہنچے تو اپنے بچوں کو رلا دینا اور اگر میں پوچھوں کہ یہ کیوں روتے ہیں۔ تو تو کہنا کہ آج یہ تازہ گوشت شیر کا مانگتے ہیں باسی نہیں کھاتے۔

القصہ جب شیر اس مکان کے قریب پہنچا تو بچوں نے رونا شروع کر دیا۔ سیاہ گوش نے پوچھا کہ یہ کیوں غل مچاتے ہیں۔ مادہ نے جواب دیا۔ کہ یہ بھوکے ہیں۔ سیاہ گوش بولا کہ میں نے کل ہی اتنا گوشت شیر کا لایا تھا کنارا اس میں سے باقی نہیں تب اس کی مادہ نے کہا۔ کہ تھوڑا بچا تھا۔ اتار رکھا تھا۔ پر یہ تازہ ہی مانگتے ہیں۔ تب اس نے بچوں سے کہا۔ کہ تم قدرے دم لو۔ اور خاطر جمع رکھو میں نے سُنا ہے۔ کہ آج اسی جنگل کا شیر بہت بڑا آتا ہے۔ اگر یہ سچ ہے۔ تو انشاءاللہ ابھی اسے آمار لیتا ہوں۔ اور تمہیں خوب پیٹ بھر بھر کے کھلاتا ہوں شیر اس بات کو سنتے ہی بے اختیار جی چھوڑ کر بھاگا۔ کہیں ایسا نہ ہو۔ کہ سچ سچ مجھے پکڑے۔ اور اپنے بچوں کو نہ کھلاوے۔ اتنا نہ سمجھا کہ سیاہ گوش ہے۔ اور بندر سے کہا۔ کیوں میں نہ کہتا تھا۔ کہ یہ نہایت کم ہمت اور چھوٹا جانور ہے۔ کہ جس نے میرا گھر چھین لیا۔ بندر نے کہا۔ اے شیر! وہ تجھے فریب دیتا ہے شیر یہ سن کر پھر اپنے گھر کے پاس آیا۔ اور سیاہ گوش کی مادہ نے بچوں کو رلایا۔ تب اس کے شوہر نے دریافت کیا۔ کہ اب کیوں غل مچاتے ہیں۔ ان کو چپ کرا اور البتہ آج شیر کا گوشت میرے ہاتھ لگے گا۔ کیونکہ ایک بندر ہے میرے دوستوں میں سے وہ قرار کر گیا اور قسم کھائی ہے۔ کہ میں آج ہی کسی نہ کسی طرح سے شیر کو پاس لے آتا ہوں یقین ہے۔ کہ وہ اسکو کسی فریب سے لا دیگا۔ ایک دم توقف کرو انکو سمجھاؤ کہ پکار کر مت بولو۔ کہ آواز سن کر ادھر نہ لا دیگا شیر نے جونہی یہ بات سنی اس بندر کو چیر ڈالا۔ اور وہ خود بھاگ گیا۔ پھر ادھر منہ نہ کیا۔

طوطے نے یہ کہانی تمام کر کے کہا۔ اے خجستہ آج ساعت نیک اور اچھی ہے۔ جلد جا اور اپنے معشوق سے مل خجستہ سنتے ہی تھی۔ کہ جاوے اتنے میں صبح ہو گئی۔ اور مرغ نے بانگ دی جانا اس کا اس روز بھی موقوف رہا۔ اور روتے روتے یہ بیت پڑھا۔ بیت ؎

شعر

اپنے جانے کا نہ واں دن کو ہے نہ رات کو ڈھب ٭ دیکھیے کیسی بنے آن پڑی بات بے ڈھب

سترھویں داستان زریر باف کی کہ اسکی قسمت نے موافقت نہ کی اور ناچار ہو کر گھر میں بیٹھ رہا

جب آفتاب چھپا۔ اور ماہتاب نکلا۔ تو خجستہ بعد پہر رات کے خاصی پوشاک پہن اور اچھے جواہر سے بن ٹھن کر طوطے کے پاس رخصت لینے آئی۔ اور کہنے لگی۔ اے طوطے ایک مدت سے میں تیری نصیحتیں مانتی ہوں اور باتیں سنتی ہوں۔ مجھے تیری دوستی سے کچھ حصول نہ ہوا۔ طوطا بولا اے کدبانو تو مجھ پر کیوں غضبناک ہوتی ہے۔ میں تو ہر شب ترغیب دیتا رہتا ہوں۔ کچھ میری تقصیر نہیں۔ تیری قسمت ہی بری ہے جو تجھ سے برائی کرتی ہے۔ کہ جس طرح کہ زریر کے طالع نے زریر سے موافقت نہ کی۔ خجستہ نے پوچھا۔ کہ اس کی نقل کیونکر ہے بیان کر

حکایت: ۔ طوطا کہنے لگا۔ کہ کسی شہر میں زریر نام ایک شخص ریشمی کپڑا بنا کرتا تھا۔ اور ایک دم اس کام سے ہاتھ نہ اٹھاتا۔ لیکن اس سے فائدہ کچھ نہ ہوتا۔ اور موٹا کپڑا بننے والا اس کا ایک دوست ایک دن اس کے گھر گیا۔ اور اسے دیکھ کر اس کی تمام زر و مال زیور اور اسباب سے دولتمندوں کی طرح پر ہے۔ اور اپنے جی میں کہنے لگا۔ کہ میں کپڑا لائق دولتمندوں اور بادشاہوں کیلئے بنتا ہوں۔ کیا سبب ہے کہ مجھے روٹی بھی میسر نہیں اور اس گندہ باف نے اتنی دولت کہاں سے پیدا کی۔ اسی فکر میں اپنے گھر آیا۔ اور اپنی جورو سے کہنے لگا۔ کہ میں اب اس شہر نا پرساں میں نہ رہوں۔ کیونکہ یہاں کے لوگ میری قدر نہیں کرتے۔ اور میری کاریگری کو کوئی نہیں سمجھتا۔ لازم ہے۔ کہ کسی اور شہر میں جاؤں شاید وہاں ہی جا کر نصیب چمکے۔ **بیت**

میں اب شہر بیگانہ میں جاؤں گا ٭ زر نقد واں سے کما لاؤں گا

یہ سن کر عورت مسکرائی اور یہ بیت پڑھنے لگی

یہی بخت گر یاں سے لے جاؤ گے ٭ تو کیا خاک واں سے کما لاؤ گے

پھر سمجھانے لگی۔ کہ اپنے شہر کو چھوڑ کر جانا مناسب نہیں ہے۔ کہیں مت جا جو تیری قسمت میں ہے سو یہیں ملیگا۔ اور اس سے زیادہ کہیں نہ ملے گا۔

القصہ اس نے کہا نہ مانا۔ کسی طرف کو چلا گیا۔ اور ایک میں جا پہنچا۔ مدت تک وہاں اپنا کسب کرتا رہا۔ جب بہت سے روپے پیدا کیئے۔ تب گھر کی راہ لی۔ ایک رات کہیں جا اترا۔ اور آدھی رات تک جاگتا رہا۔ آخر نیند کے مارے سو گیا۔ ایک چور آیا۔ اور اس کے روپوں کو لے گیا۔ زریر بھی چونکا اور اس کے پیچھے دوڑا۔ جب اس کو نہ پکڑ سکا۔ تب لاچار ہو کر پھر اسی شہر میں گیا۔ جب بہت روپے کما کر گھر کو روانہ ہوا۔ پھر رات کو کسی جگہ اترا اور مال کی ہر چند احتیاط کی لیکن اسکو بھی چور لے گیا۔ تب اس غریب نے

اپنے جی میں کہا۔ کہ زر تیری قسمت میں روپیہ نہیں ہے۔ اس سبب سے چور لیگیا۔ آخر خالی ہاتھ اپنے گھر آیا۔ اور احوال اپنا جورو سے کہا۔ اس نے جواب دیا۔ کہ میں نے پہلے ہی تجھے کہا تھا۔ کہ نصیب کے سوا کسی جگہ کچھ نہ پائیگا۔ میرا کہنا تو نے نہ مانا اور سفر کو چلا گیا۔ کہ تو نے اب کیا فائدہ پایا زر بر شہر ہنڈو

طوطا یہ قصہ تمام کر کے خجستہ سے کہنے لگا۔ کہ اب دیر مت کر جلد جا اور معشوق کو گلے لگا خجستہ نے یہ سنتے ہی چاہا کہ جاوے۔ اور اسے اپنے سینے سے لگاوے۔ اتنے میں فجر ہو گئی۔ اور مرغ نے بانگ دی۔ جانا اس کا اس روز بھی موقوف رہا۔ تب یہ بیت پڑھکر رونے لگی۔ بیت

شب سحر ہو گئی آخر — اور فرقت نے پھر دکھایا

اٹھارہویں داستان چار یاروں کی کہ ایک اپنی نادانی سے پشیمان ہو کر گھر بیٹھا

جب سورج چھپا اور چاند نکلا۔ خجستہ باسینہ پر سوز چشم گریاں آہیں بھرتی ہوئی طوطے کے پاس گئی۔ اور کہنے لگی۔ کہ اے سبز پوش میں عشق کے غم میں مری جاتی ہوں۔ اور تو میری ہر ایک شب نصیحت اور کھو دیتا ہے

سہ نصیحت کی نہ ہر گز تجھکو سنا ہ — میں عاشق ہوں مجھ کو نصیحت سے کیا

اس نے کہا۔ اے خجستہ یہ کیا کہتی ہے۔ دوستوں کی بات ماننا چاہیئے۔ کیونکہ جو کہنا دوستوں کا نہیں مانتا۔ وہ خراب ہوتا ہے۔ اور پشیمانی کھینچتا ہے۔ جس طرح سے ایک شخص نے دوستوں کا کہنا نہ مانا اور پشیمان ہوا۔ خجستہ نے کہا۔ میرے اچھے طوطے میں تیرے صدقہ وہ کونسی نقل ہے۔ بیان کر۔

حکایت:۔ طوطا بولا۔ کسی شہر میں چار یار تھے۔ اتفاقاً وہ چاروں مفلس ہو کر ایک حکیم کے پاس گئے۔ اور ہر ایک نے اپنا احوال اس کے آگے ظاہر کیا۔ تب حکیم کو ان کے اوپر رحم آیا۔ اور ایک ایک مہرہ حکمت کا ان چاروں کو دیکر کہا۔ کہ یہ مہرہ ہر ایک اپنے سر پر رکھ لو۔ اور چلے جاؤ۔ جسکے سر کا مہرہ جس جگہ گرے وہ اس کا حق ہے۔ آخر وہ چاروں ایک ایک مہرہ اپنے سر پر رکھ ایک طرف کو چلے کئی کوس گئے ایک کے سر کا مہرہ گرا۔ اس نے جو اس جگہ کو کھودا تو تانبا نکلا۔ اس نے ان تینوں سے کہا۔ کہ میں اس تانبے کو سونے سے بہتر سمجھتا ہوں۔ اگر تمہارا جی چاہے تو میرے ساتھ یہاں رہو۔ انہوں نے کہنا نہ مانا اور آگے بڑھے آگے میں دوسرے کے سر کا مہرہ گرا اس نے جو زمین کھودی تو روپیہ نکلا۔ تب اس نے ان دونوں سے کہا۔ کہ تم ہمارے پاس رہو نہ روپیہ بہت ہے۔ زندگی گذر جائے گی۔ انکو اپنا ہی سمجھو انہوں نے اس کا کہنا نہ مانا اور آگے بڑھے کہ تیسرے کے سر کا مہرہ گرا اس نے جو زمین کھودی۔ تو سونا نکلا۔ تب خوش ہو کر چوتھے سے کہنے لگا۔ کہ اس سے اب کوئی چیز اور بہتر نہیں چاہیئے۔ کہ اب ہم تم یہیں رہیں۔ اس نے کہا اگر آگے جاؤنگا۔ تو جواہر کی کان پاؤنگا

یہاں کیوں رہوں۔ یہ کہہ کر آگے چلا۔ قریب ایک کوس کے پہنچا تب اس کا بھی بہرہ گرا۔ اسی طرح جو اسنے جگہ کھودی۔ تو لوہا نکلا یہ حالت دیکھ کر شرمندہ ہوا۔ اور اپنے جی میں کہنے لگا۔ کہ میں نے کیوں سونے کو چھوڑا اور اپنے یار کا کہنا نہ مانا سچ ہے۔ **فرد** ؎ سخن دوست کا جو نہیں مانتے۔ وہ خاک پشیمانی کی چھانتے

اور اس لوہے کو چھوڑ کر اس شخص کے پاس گیا۔ کہ جس نے سونے کی نکالی تھی۔ وہاں اسکو نہ ملا اور نہ سونا ہاتھ آیا۔ تب نہیرے روپے والے کے پاس گیا۔ تو اسے بھی نہ پایا۔ تو وہاں سے تانبے والے کے پاس گیا۔ تو اسے بھی وہاں نہ پایا۔ تب بیچارہ نہایت پریشان ہو کر یہ شعر پڑھنے لگا۔ **شعر** ؎

کس سے کہئے کہ کیا کیا ہم نے ۔۔۔ جو کیا سو برا کیا ہم نے

جب یہ کہانی طوطے نے تمام کی تب خجستہ سے کہا کہ جو کوئی دوستوں کی بات نہیں مانتا وہ ایسا ہی خوار اور پچھتاتا ہے۔ خیر اب جا۔ اور اپنے معشوق کو گلے لگا۔ اور مزہ جوانی کا اٹھا۔ یہ سخن سنتے ہی خجستہ نے چاہا۔ کہ چلوں وہیں صبح ہو گئی اور مرغ نے بانگ دی۔ تب یہ فرد اپنے حسب حال پڑھ کر رونے لگی

فرد اے شب وصل جلد اب تو آ ۔۔۔ روز فرقت مجھے ستاتا ہے

انیسویں داستان ایک لومڑی کی کہ رات کو رنگریز کے گھر میں نیل کی مٹھور میں گر کر سیاہ ہو گئی ؕ

جب دن گذرا اور رات آئی۔ تب خجستہ اجازت کو طوطے کے پاس گئی۔ اور اسے متفکر دیکھ کر کہنے لگی۔ کہ اے عقلمند تو کس لئے غم کرتا ہے۔ اور کیوں چپکے بیٹھا ہے۔ طوطے نے کہا ای خجستہ تو بڑے گھر کی بہو بیٹی ہے۔ اور نہیں معلوم معشوق تیرا کیسا ہے۔ یا اور کسی قوم میں سے ہے۔ مگر تجھ کو اس سے ملنا مضائقہ نہیں۔ اور نہیں۔ تو اس سے پرہیز کرنا بہتر ہے۔ **دوہڑہ**

اتم سے اتم ملے نیچ سے نیچ ۔۔۔ پانی سے پانی ملے۔ ملے کیچ سے کیچ

کند ہم جنس باہم جنس پرواز ۔۔۔ کبوتر با کبوتر باز با باز

خجستہ نے کہا۔ اے محرم راز نہ معلوم کہ وہ کیسا ہے۔ پر میں احوال اس کا کیونکر معلوم کروں۔ طوطا بولا۔ عیب اور ہنر آدمی کا زبان سے معلوم ہو جاتا ہے۔ تو نے شاید قصہ گیدڑ کا نہیں سنا خجستہ نے کہا کہ اے شیریں سخن وہ کیونکر ہے۔ میری جان خدا کے لئے بیان کر۔

حکایت :- طوطے نے کہا۔ کہ ایک گیدڑ تھا۔ وہ ہمیشہ شہر میں جاتا۔ اور ہر ایک آدمی کے باسنوں میں منہ ڈالتا ہے۔ چنانچہ اسی اپنی عادت کے موافق ایک رات کسی نیلگر کے گھر گیا۔ اور اس کے نیل کے ماٹ میں منہ ڈالنا ہی اس میں گر پڑا۔ اور تمام بدن اس کا نیلا ہو گیا۔ غرض بہزار خرابی اس میں سے نکلا۔ اور جنگل کا رستہ پکڑا۔ وہاں کے حیوانوں نے اسے اس رنگت میں دیکھ کر کچھ بہتر جانا۔ اور سب نے اسکو بادشاہ بنایا۔ اور اسکے حکم میں بخوبی در آئے۔ وہ گیدڑ اسواسطے کہ کوئی اس کی آواز نہ پہچانے چھوٹے چھوٹے جانوروں کو دربار کے وقت اپنے پاس کھڑا کرتا۔ چنانچہ دربار کے وقت اپنی قوم کو صف اوّل میں جگہ دیتا۔ اور لومڑیوں کو دوسری ہرنوں اور بندروں کو تیسری میں بھیڑیوں کو چوتھے میں شیر ان کو پانچویں میں ہاتھیوں کو چھٹی میں اور کہتا کہ تم سب اپنے اپنے قرینہ سے حاضر رہو۔ اور شام کو جس وقت سب گیدڑ بولتے وہ آپ ہی ان کیساتھ بولتا۔ اسی سبب سے اسکو کوئی نہ پہچانتا۔ بعد کتنے دنوں کے وہ سردار ان سب گیدڑوں پر خفا ہوا۔ اور ان کو اپنے پاس سے سرکا دیا۔ اور ان کی جگہ اوروں کو مقرر کیا۔ درندے جانور جو اس کے پاس کھڑے تھے۔ وہ اس کی آواز سن کر پہچان گئے۔ کہ یہ تو گیدڑ ہے۔ وہ سب شرمندہ ہوئے اور اسی گھڑی اسے نکال دیا۔

یہ کہکر طوطے نے خجستہ سے کہا۔ کہ اے کدبانو ہر ایک شخص کا عیب و ہنر گفتگو سے معلوم ہوتا ہے

کہاں نطق فصیح اور طبع ناہنجار پیدا ہو — کہ افغان زاغ سے طوطی کی کب گفتار پیدا ہو
گر از ملک عراق اک مادہ خر سو بار ہو آوے — عراقی کی پر اس میں کاہے کو رفتار پیدا ہو

اب اپنے معشوق کے پاس تو جا۔ اس سے بات چیت کرنا۔ کہ عیب و ہنر اس کا تجھے معلوم ہو۔ خجستہ نے چاہا۔ کہ جاوے۔ صبح ہو گئی۔ اور مرغ نے بانگ دی جانا اسکا اس روز بھی رہا تب یہ بیت پڑھنے لگی ؎

اے سحر ہائے کیا کیا تو نے — وصل کی شب کو کھو دیا تو نے

بیسویں داستان ایک اعرابی نے لشیر نامی ایک شخص سے دوستی خرچ کرکے مارپیٹ کھائی اور زندگی کا حظ بھی اٹھایا

جب سورج چھپا۔ اور چاند نکلا خجستہ رخصت لینے کے واسطے طوطے کے پاس گئی اور کہنے لگی۔ اے طوطے تیرے پاس ہر ایک شب رخصت لینے آتی ہوں۔ یا نصیحت سنتی ہوں۔ جو تو جھوٹ موٹ ادھر ادھر کی باتیں بناتا ہے۔ اور اپنی دانائی دکھاتا ہے۔ کیا خوب اس کو کیا کروں۔ شعر ؎

ع۔ اشک آتا ہو پھر ضبط سے کم رکتا ہے ۔۔۔ ناصحا اٹھ میری بالیں سے کہ دم رکتا ہے

طوطا کہنے لگا۔ اے خجستہ خاطر جمع رکھ اب جلدی اپنے یار سے ملے گی۔ جیسے کہ ایک اعرابی نے پہلے تو مصیبت اٹھائی۔ پھر راحت پائی۔ **بیت۔**

اٹھاتا نہیں جب تلک کوئی سر رنج ۔۔۔ تو ملتا نہیں تب تلک اس کو گنج

یہ سخن سنتے ہی خجستہ نے کہا۔ کہ اے طوطے کہیں تیرے منہ میں گھی شکر میں واری تبلا۔ کہ وہ کیونکر مجھ سے ملیگا۔ سچ کہہ۔ **مثل** مشہور ہے۔ آسا جیئے نراسا مرے۔

حکایت:۔ طوطا کہنے لگا۔ کہ کسی شہر میں بشیر نامی ایک جوان خوبصورت رہتا تھا۔ چندو نام ایک عورت صاحب جمال سے اس نے دوستی کی بعد ایک مدت کے احوال دونوں کی دوستی کا ظاہر ہوا۔ جب اس کے خصم نے اپنی جورو اس کے میکے میں لیجا کر رکھا۔ تب بشیر اس کی جدائی میں رات دن رونا اور آہ زاری کرتا۔ اور اسی کام میں اپنی اوقات بسر کرتا۔ کسی ایک اعرابی سے کہ قدیم سے اسکی دوستی میں تھا۔ جا کر کہا۔ اے دوست جانی! میں چندو کے گھر جاتا ہوں۔ اگر تو بھی میرے ساتھ چلے تو بہتر ہے کیونکہ لوگ کہتے ہیں۔ کہ ایک تو ایک دو گیارہ ہوتے ہیں یار نے اس کا کہنا مانا اور اس کے ساتھ ہو لیا۔ بعد دو چار دن کے اس شہر میں جا کر ایک درخت کے نیچے بیٹھا۔ اور اس اعرابی کو اپنی خبر پہنچانے کے لئے گھر بھیجا۔ آخر وہ شخص اس کے گھر جا کر چندو معشوقہ بشیر سے کہنے لگا۔ کہ اے چندو بشیر نے تجھ کو سلام کہا ہے۔ یہ سن کر چندو بے اختیار خوش ہو کر کہنے لگی۔ کہ اے شخص تو ابھی جا میری طرف سے بھی سلام کہنا۔ اور یہ پیغام دینا کہ رات کو تیرے پاس مقرر اس درخت کے نیچے آؤنگی۔ اور جو کچھ کہنا ہے۔ سو ملاقات پر موقوف ہے۔ جب ملونگی تب کہوں گی۔ آخر وہ اعرابی اس کا وہ پیغام لے کر بشیر کے پاس گیا۔ اور جو اس نے یہ کہا تھا۔ سو بخوبی اسے سنا دیا۔

جب رات ہوئی۔ تب چندو ایک نہایت آراستگی سے آئی۔ اور اس کو گلے لگا کر رونے لگی اور وہ بھی اسے چھاتی سے لگا کر بے اختیار رو اٹھا۔ **میر حسن۔**

کیا میں کہوں اس وقت کا ماجرا ۔۔۔ کہ جس طرح روتے تھے وہ مل مچا
وہ رو رو کے دونوں باہم یوں ملے ۔۔۔ کہ جس طرح ساون سے بھادوں ملے

بعد رونے کے بشیر نے کہا۔ کہ اے چندو آج کی شب تو یہاں رہے گی۔ چندو نے کہا۔ وہ کہنے لگی۔ ایک صورت سے میرے کپڑے پہن کر میرے پاس یعنی گھر گیا۔ اور گھونگٹ سے منہ چھپا کر چپکا انگنائی میں بیٹھی تھی۔ کہ میرا خاوند آدے گا۔ اور دودھ کا پیالہ لاوے گا۔ میں وہاں جا کر اسی طرح گھونگھٹا

سے منہ چھپائے چپکا بیٹھ رہا۔ اتنے میں اس کا خاوند ایک پیالہ دودھ کا لئے ہوئے آیا۔ اور اس سے کہنے لگا۔ جانی یہ پیالہ میں تمہارے واسطے لایا ہوں۔ گھونگٹ کھولو۔ اور دودھ پیو

غرض اس نے گھونگٹ نہ کھولا۔ اور نہ پیالہ لیا۔ وہ غصہ ہو کر کوڑے بازی کرنے لگا۔ اور کہنے لگا۔ کہ میں جس قدر منتِ کرتا ہوں۔ اور عشق جتاتا ہوں۔ تو نہ منہ کھولتی ہے نہ بولتی ہے حاصل کلام یہ کہ یہاں تک کوڑے مارے۔ کہ پیٹھ اس کی نیلی ہوگئی۔ اور ادھ مرگئی۔ اور آپ چلا گیا۔ جب وہ باہر نکلا اعرابی کبھی اپنے حال پہ روتا کبھی ہنستا تھا۔ اتنے میں چندو کی ماں نے آکر سمجھایا کہ بی بی ہمیشہ تجھے نصیحت کرتی ہوں۔ کہ ہر گھڑی کا تکرار اچھا نہیں ہوتا ہے۔ جانی تو اس کی اطاعت کیوں نہیں کرتی۔ اگر لتشیر کا غم کرتی ہے۔ تو پھر خاوند کا منہ نہ دیکھے گی۔ یہ کہہ کر اس کی بہن کے پاس گئی اور کہنے لگی۔ میں واری تو جا کر اس کو سمجھا کہ تو اپنے خاوند سے سازش کرتی نہیں۔ یہ بات سنتے ہی چندو کی بہن کہ سچ مچ ہی چندو ماں سے خوبصورت تھی۔ آئی اور اعرابی کے گلے لگ کے کہنے لگی۔ لو اتو اپنے خاوند سے مت روٹھ اعرابی نے جو اس کا مکھڑا دیکھا۔ تو اپنا دکھ بھولا۔ اور چادر منہ سے اٹھا کر کہنے لگا۔ کہ تیری بہن تو لتشیر کے پاس گئی ہے۔ اور مجھے یہاں بھیجا ہے۔ تو دیکھ میں نے اس کی خاطر کیا آفت سہی۔ اب تجھے لازم ہے۔ کہ تو میرے پاس سو رہے۔ اور یہ راز فاش نہ کرے۔ نہیں تو میں تیرا اور تیری بہن کا راز فاش کرونگا۔ اور وہ رسوا ہونگے۔ یہ بات سن کر وہ ہنسی اور اس کے ساتھ سو رہی۔ قریب صبح کے وہ اعرابی چندو کے پاس گیا۔ چندو نے اس سے پوچھا۔ کہ رات کیونکر گذری۔ اس نے سب احوال اس کے شوہر کا اور بہن کا کہا اور اپنی پیٹھ دکھائی۔ اور رو دیا چندو نہایت شرمندہ ہوئی پھر یہ سمجھی۔ کہ رات بھر تیری بہن کیساتھ اس نے رنگ رلیاں منائی۔ اور گلچھڑیاں اپنے دل کی کھولیں ہیں۔

طوطے نے یہ کہانی تمام کر کے کہا۔ اے خجستہ اب سدہار اور اپنے معشوق سے لطف اٹھا۔ خجستہ نے یہ سنتے ہی چاہا۔ کہ جاوے۔ اور اپنے معشوق سے ملے کہ اتنے میں فجر ہوگئی۔ اور مرغ نے بانگ دی جانا اس کا اس روز بھی موقوف رہا۔ تب یہ فرد پڑھکر زار زار رونے لگی۔ بیت

مجھے جس سحر نے جدا یار سے
کیا تھا وہی پھر نہ آئی سحر

اکیسویں داستان کہ ایک سوداگر اپنے گھر میں کھانا کھاتا تھا اور ایک سوار آکے شریک ہوا اور گھوڑا اس کا مرا تو قاضی کے پاس جا کر مقدمہ

جب سورج چھپا اور چاند نکلا خجستہ اچھے کپڑے پہن کے رخصت لینے طوطے کے پاس گئی اور کہنے

گی آج فرقت کے باعث دل کو بیقراری معلوم ہوتی ہے۔ بیت ؎

پہنچا دے یہ پیام کوئی میرے یار تک بے اختیاری تمام چکی اختیار تک

اگرچہ میں اپنے محبوب کے پاس جاسکتی ہوں مگر بغیر تیری رخصت اور مصلحت کے ہرگز نہیں جاسکتی کیونکہ میں تیری عقل پر اعتماد رکھتی ہوں۔ اگر آج کی شب رخصت دے۔ تو تمام عمر تیری احسان مند رہوں گی۔ اور دعائیں دیا کروں گی۔ طوطے نے کہا۔ کہ اے کدبانو جو عقلمند ہوتے ہیں۔ وہ سوائے مصلحت کے کام نہیں کرتے۔ تو خواہ مخواہ دانشمند ہے۔ کہ بغیر مشورت کے کبھی کچھ کام نہیں کرتی یہ سچ ہے۔ اگر خدانخواستہ کوئی تجھ سے دشمنی کرے گا۔ تو اپنے شعور کے سبب اور کی راہ سے کسی بلا میں نہ پڑے گی جسطرح کہ ایک سوداگر اپنے علم اور دانائی کی راہ میں حیلہ کیا۔ کہ پشیمان نہ ہوا۔ بیت

دانا کو کسی طرح جسے ذات نہیں حاصل پت نہیں رکھتا کسی کے روبرو جاہل

خجستہ نے پوچھا۔ کہ اس کی حکایت کیونکر ہے۔ بیان کر۔

حکایت:۔ طوطا کہنے لگا۔ کہ اگلے زمانہ میں ایک سوداگر نہایت عقلمند ایک گھوڑا بدخو رکھتا تھا۔ ایک دن وہ سوداگر اپنے ڈیرے میں بیٹھا ہوا کھانا کھاتا تھا۔ اسی عرصے میں ایک شخص گھوڑے پر سوار وہاں پر آیا۔ اور اتر کر اس سوداگر کے گھوڑے کے پاس باندھنے لگا۔ اور مستور کھانا کھانے کا ہوا۔ سوداگر نے اس سے کہا کہ میرے گھوڑے کے پاس نہ باندھنا خطا کھائیگا۔ اور میرے ساتھ کھانا نہ کھاؤ شرمندگی اٹھاؤ گے۔ اس نے یہ بات سنتے ہی گھوڑے کو وہیں باندھا۔ اور سوداگر کے پاس بیٹھ کر کھانا کھانے لگا اس نے کہا کہ تو کون ہے۔ کہ بغیر میرے کہے میرے ساتھ کھانا کھاتا ہے۔ اس نے اپنے تئیں بہرہ بنایا۔ اور کچھ جواب نہ دیا۔ جب سوداگر نے جانا کہ یہ بہرہ ہے یا گونگا۔ یہ سمجھ کے چپکا ہو رہا اور سوداگر کے گھوڑے نے ایک ایسی لات ماری۔ کہ اس کے گھوڑے کا پیٹ پھٹ گیا۔ اور گھوڑا مر گیا۔ تب اس سوار نے قہقہہ شروع کیا۔ اور کہا کہ قیمت اس کی میں تجھ سے لا کلام لونگا۔ میرے گھوڑے کو مار ڈالا ہے۔ پھر اس شخص نے قاضی کے پاس جا کر فریاد کی۔ قاضی نے اس سوداگر کو بلایا ہے۔ اس نے دربار میں حاضر ہو کر اپنے تئیں گونگا بنایا۔ قاضی نے اس سے بات پوچھی۔ تو جواب نہ دیا +

قاضی نے کہا۔ کہ یہ گونگا ہے۔ اس کی کچھ خطا نہیں۔ مدعی نے عرض کی کہ حضرت سلامت آپ نے کیونکر معلوم کیا۔ کہ یہ گونگا ہے۔ اس نے پہلے ہی مجھ سے کہا تھا۔ کہ یہ گھوڑا شوخ ہے۔ اس کے پاس اپنے گھوڑے کو نہ باندھ۔ اب اس نے اپنے تئیں گونگا بنایا۔ قاضی نے کہا۔ کہ تو بڑا احمق حرامزادہ ہے

کہ اس کے منع کرنے کی گواہی دیتا ہے۔ اپنے گھوڑے کا دعویٰ کرتا ہے۔ اس میں اس کی کیا تقصیر ہے۔ چل دور ہو۔ سامنے سے قاضی نے اس کو نکلوا دیا۔ اور سوداگر کو رخصت کیا

یہ کہکر طوطے نے خجستہ سے کہا۔ کہ اے خجستہ اب دیر نہ کرو۔ اور جلدی جاؤ۔ اور اپنے معشوق کو گلے لگاؤ۔ کہ بانو نے یہ سنتے ہی چاہا کہ جاوے۔ اور اپنے محبوب کو گلے لگاوے۔ اتنے میں صبح ہوئی۔ اور مرغ نے بانگ دی۔ جانا اسکا اس روز بھی موقوف رہا۔ تب فرد پڑھکر رونے لگی۔ فرد

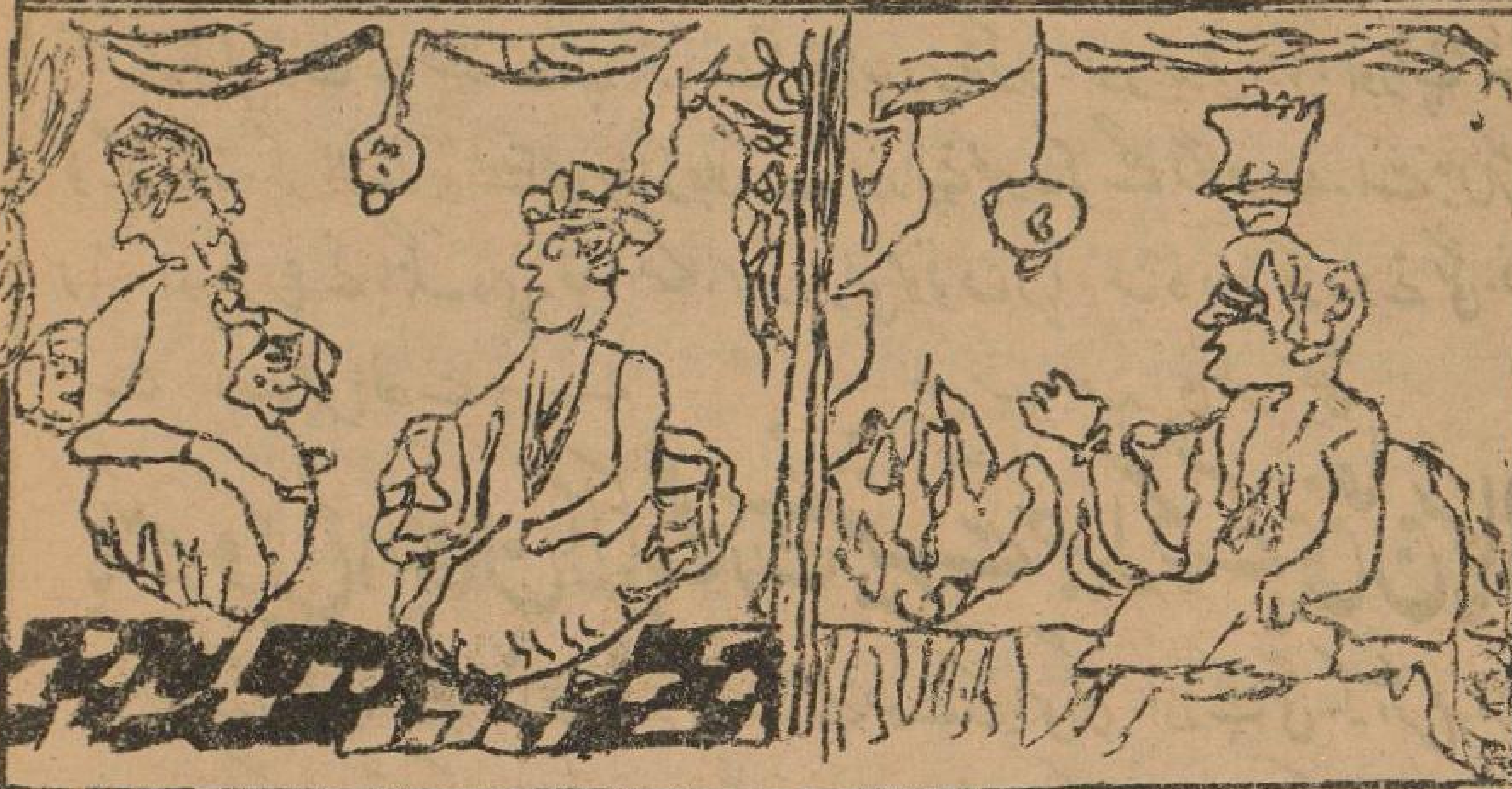
اے سحر ہاتھ سے تیرے ۔ میں شب امید اپنی کھو بیٹھی

بائیسویں داستان کہ ایک عورت نے شیر سے حیلہ کر کے اپنی جان بچائی

جب سورج چھپا۔ اور چاند نکلا تو خجستہ رخصت لینے طوطے کے پاس گئی۔ اور کہنے لگی۔ کہ از کرم میرے اوپر رحم کر۔ اور آج کی رات مجھے رخصت دے۔ اور جو مجھ سے کہنا ہے جلدی کہہ دے۔ طوطے نے کہا۔ اے کد بانو میں نے تجھے بارہا آزمایا ہے۔ پر غافل ہی پایا ہے۔ نصیحت میری کچھ درکار نہیں خدانخواستہ اگر تجھ پر کوئی حادثہ پڑے۔ تو تو بھی ویسا ہی حیلہ کرنا۔ جیسا کہ ایک عورت نے شیر کے ساتھ جنگل میں کیا تھا۔ کہ جنگل کے سبب کوئی آفت اس کو نہ پہنچی۔ خجستہ نے پوچھا۔ کہ میری جان وہ حکایت کیونکر ہے۔ بیان تو کر۔

حکایت:۔ طوطا کہنے لگا۔ کہ کسی شہر میں ایک شخص تھا۔ اس کی جورو نہایت بدخو اور زبان دراز تھی۔ ایک دن اس کے شوہر نے کسی تقصیر سے کوئی کوڑے اس کو مارے۔ وہ عورت اپنے دونوں لڑکوں کو لیکر جنگل میں چلی گئی۔ اتفاقاً اس کو شیر نظر آیا۔ اسکو دیکھ ڈری۔ اور ہراساں ہو کر کہنے لگی۔ کہ میں نے برا کیا۔ جو شوہر کی بے مرضی باہر چلی آئی۔ اگر اب کچھ آفت اس شیر کے ہاتھ سے بچہ پر نہ پڑے تو گھر سے کبھی نہ نکلونگی۔ اور اس کی فرمانبرداری میں رہا کرونگی۔ آخر کچھ اس عورت نے بہانہ کر کے شیر سے کہا۔ کہ اے شیر میرے پاس آ۔ اور ایک بات میری سن۔ شیر نے متعجب ہو کر اس عورت سے کہا۔ کہ کیا ہے۔ وہ بولی۔ کہ اس جنگل میں ایک بڑا شیر ہے۔ کہ جس سے آدم اور حیوان سب ڈرتے ہیں۔ اور بادشاہ بھی اس کے کھانے کے واسطے دو چار آدمی روز بھیجا کرتا ہے۔ جس طرح سے کہ آج مجھے اور میرے دونوں لڑکوں کو بھیجا ہے۔ اگر تیرا جی چاہے۔ تو ان لڑکوں کو مجھ سے لے اور کھا کر جنگل سے بھاگ جاتا ہے۔ کہ میں بھی اکیلی ہو کر اپنی راہ پکڑوں۔ یہ بات سن کر شیر نے کہا۔ کہ اچھا تو نے جب تمام احوال سنا دیا۔ تو مجھے لازم نہیں ہے۔ کہ تجھے یا تیرے لڑکوں کو میں کھاؤں کس واسطے مجھے

بھی بھاگنے کی فرصت نہیں - یہ کہہ کر شیر نے ایک طرف کی راہ لی اور یہ اپنے بچوں سمیت گھر آئی - اور تمام عمر اپنے خاوند کی فرمانبرداری میں رہنے لگی -



یہ کہہ کر خجستہ سے کہا - اب دیر مت کر - اپنے معشوق کے پاس جا اور اسے گلے لگا - دوہڑہ
جا کے اپنے یار کے سینے سے لگا - سو رہیں وناکی پیر کو دونوں کر سے وہو - یہ سنتے ہی خجستہ نے چاہا - کہ اس کے پاس جاوے اور مزہ زندگی کا اٹھاوے - اتنے میں صبح ہوئی - اور مرغ نے بانگ دی جانا اس کا اس روز بھی موقوف رہا - تب یہ دوہڑہ پڑھا اور رونے لگی - دوھڑا

پنچھی بیکی لاکڑی سلگت ہو دن رین
پیتم پہ مت جانیو کہ بچھڑے ہوئے چین

تئیسویں ۲۳ داستان کہ خالص اور مخلص نے شاہزادے سے دوستی کی

جب سورج چھپا اور چاند کا آنا ہوا خجستہ رخصت ہو کر طوطے کے پاس آئی اور کہنے لگی - کہ اے طوطے وہ کونسا وقت ہوگا - اس کے پاس پہنچوں گی - اور چاہتی ہوں - کہ جاؤں پر نہیں جا سکتی - ؎

الٹی ہو گئیں تدبیریں سب کچھ نہ دوا نے کام کیا
آخر اس بیماری اجل نے اپنا کام تمام کیا

اور نہیں جانتی کہ بدنصیب میرے کیسے ہیں - جو اس سے جدا رکھتے ہیں - کہ طوطے نے کہا - اے خجستہ اب دل میرا گواہی دیتا ہے - کہ تو جلد اپنے چاہنے والے سے جا ملے گی - اس سے مل کر تمام شرطیں دوستی کی بجا لا - اور کوئی بات باقی نہ رکھنا - جس طرح سے خدمت شاہزادی کی خالص مخلص نے کی تھی کہ بانو نے کہا - کہ حکایت ان کی کیوں کر ہے - بیان کر -

- - - - - - - - - - - - - - -

حکایت: طوطے نے کہا کہ کسی وقت میں ایک بڑا بادشاہ تھا۔ اور اس کے دو بیٹے تھے۔ جب بادشاہ نے اس دنیا سے کوچ کیا۔ تب تخت و تاج کا مالک بڑا بیٹا ہوا۔ اور اس نے چاہا۔ کہ چھوٹے بھائی کو مار ڈالا۔ تب وہ بیچارا ڈرا اور اس شہر سے بھاگا۔ کئی روز کے بعد ایک تالاب پہنچکر کیا دیکھتا ہے۔ کہ ایک مینڈک کو سانپ پکڑتا ہے۔ اور مینڈک غل مچاتا ہے۔ اور یہ دوہرہ پڑھتا ہے۔ دوہرہ

یارب ایسے وقت میں ایسا کوئی آوے ۔ مارے اس سانپ کو میری جان بچاوے

یہ دوہرہ اس مینڈک سے سنتے ہی شاہزادہ نے ایسا ڈانٹا مارا کہ مارے ڈر کے سانپ نے اسے چھوڑ دیا۔ مینڈک پانی میں چلا گیا۔ سانپ وہیں کھڑا رہا۔ بادشاہزادے نے سانپ سے شرمندگی کھینچی اور یہ بات اپنے جی میں کہی کہ کس واسطے میں نے نوالا اسکا اس کے منہ سے چھڑا دیا۔ یہ کہکر تھوڑا گوشت اپنے بدن کا کاٹ کر شہزادے نے سانپ کے آگے ڈال دیا۔ وہ گوشت کی بوٹی لئے ہوئے اپنی مادہ کے پاس گیا۔ اسکی مادہ نے جسوقت اس گوشت کو کھایا۔ تو اس سے کہنے لگی۔ کہ یہ مزیدار کہاں سے لایا ہے۔ سانپ نے کہا۔ احوال اس کا یہ ہے۔ تب سانپن نے کہا۔ جو شخص تیرے ساتھ احسان کرے۔ بس تجھکو بھی لازم ہے۔ کہ تو بھی شکر بجا لائے۔ اور اسکی خدمت میں حاضر رہے۔ غرض سانپ آدمی کی صورت میں ہوکر شہزادے کی خدمت میں گیا۔ اور کہا میرا نام مخلص ہے۔ آرزو رکھتا ہوں۔ کہ آپ کی خدمت میں نوکروں کی طرح رہوں۔ شہزادے نے اسکو بھی اپنی خدمت میں رکھا۔ پھر وہ تینوں وہاں سے چلے۔ اور کسی شہر میں پہنچے۔ اور وہاں کے بادشاہ کی خدمت میں گیا۔ اور کہا میرا نام مخلص ہے۔ نوکری کرنی چاہتا ہوں۔ میں اکیلا سو آدمی سے لڑتا ہوں۔ اگر ہزار روپیہ روز پاؤں تو خدمت میں حاضر رہوں اور جسوقت جو کام بنیگا۔ اسی وقت سرانجام دوں گا۔ بادشاہ نے اسکو نوکر رکھا۔ اور ہزار روپیہ کا روزینہ مقرر کیا۔ شہزادہ ہزار روپیہ روز لیکر سو آپ خرچ کرتا۔ اور دو سو دلوں کو دیتا باقی خدا کی راہ خرچ کرتا۔ اور خیرات کرتا۔ ایک دن بادشاہ مچھلی کے شکار کو گیا۔ اتفاقاً اسکی انگوٹھی دریا میں گر پڑی۔ ہر چند جستجو کی پر نہ ملی۔ تب شہزادے سے کہا۔ کہ میری انگوٹھی دریا سے نکال لا شاہزادے نے اپنے ہمراہیوں سے کہا۔ کہ بادشاہ نے یوں ارشاد کیا۔ انہوں نے عرض کی یہ کونسا بڑا کام ہے۔ جو بادشاہ نے ارشاد فرمایا ہے۔ پھر مخلص نے کہا۔ خاطر جمع رکھ۔ یہ کام میرا ہے میں لاتا ہوں۔ مینڈک کی صورت بن کر دریا میں غوطہ مارا۔ انگوٹھی لے شاہزادہ کے پاس آیا۔ شہزادہ انگوٹھی لیکر بادشاہ کے پاس گیا۔ بادشاہ نے انگوٹھی لیکر اس پر بہت سی مہربانی فرمائی۔

بعد کئی دن کے بادشاہ کی بیٹی کو سانپ نے کاٹا۔ حکیموں نے بہت سی دوا کی لیکن کچھ فائدہ

نہ ہوا۔ تب بادشاہ نے شہزادے کو کہا۔ کہ میری لڑکی کو اچھا کرو۔ شہزادہ اس بات سے حیران ہوا۔ اور اپنے جی میں کہنے لگا۔ یہ کام میرا نہیں۔ خالص نے اپنی عقل سے دریافت کیا۔ اور کہا کہ مجھے اس لڑکی پاس لے چلو۔ اور ایک خلوت خانہ میں ہم اور وہ دونوں بیٹھیں۔ خدا کے فضل سے میں اچھا کرونگا غرض شہزادہ اسے لیگیا۔ اور ایک کمرے میں دونوں بیٹھا کر نکل آیا۔ خالص نے اپنے منہ کو اس سانپ کے زخم پر رکھا۔ اور تمام زہر چوس لیا۔ لڑکی اسی وقت اچھی ہو گئی۔ تب بادشاہ یہاں تک خوش ہوا۔ کہ اس لڑکی کا بیاہ اسکے ساتھ کر دیا۔ اور اپنا ولیعہد کیا۔ کئی دن کے بعد خالص مخلص نے عرض کی کہ اب ہم رخصت چاہتے ہیں۔ شہزادہ نے کہا یہ کونسا وقت ہے۔ کہ رخصت مانگتے ہیں۔ خالص نے کہا۔ میں وہی سانپ ہوں۔ کہ مجھے آپنے اپنے بدن کا گوشت کھلایا تھا۔ اور مخلص نے کہا۔ کہ میں وہی مینڈک ہوں۔ کہ مجھے سانپ کے منہ سے چھڑوایا تھا۔ اب امیدوار ہوں کہ ہم اپنے گھر جاویں۔ شہزادہ نے رخصت کیا۔ اور دونوں چلے گئے۔ جب یہ کہانی طوطے نے خجستہ کے روبرو بیان کی۔ اور کہا۔ کہ اچھا اب جا۔ اور دیر نہ کر۔ کہ بانو نے یہ سنتے ہی چاہا۔ کہ جاؤں۔ اور اپنے یار کو گلے لگاؤں۔ اتنے میں صبح ہوگئی۔ اور مرغ نے بانگ دی۔ جانا اس کا اس روز بھی موقوف رہا۔ تب یہ دوہرہ پڑھا۔

چوبیسویں داستان گم ہونا سوداگر کی لڑکی کا

جب آفتاب چھپا۔ اور ماہتاب نکلا خجستہ رخصت لینے طوطے کے پاس گئی۔ اور متفکر ہو کر بیٹھی طوطے نے اس کو حیران دیکھ کر کہا۔ کہ اے کدبانو تو آج کی شب کیوں اس قدر متفکر ہے۔ بیت

تجھے دیکھنا یوں گوارا نہیں   اس اندوہ کا مجھ کو چارہ نہیں

بی بی خدا کے واسطے کسی طرح کا غم نہیں کھا۔ اور کچھ اندیشہ اپنے جی میں نہ لا۔ میر حسن

یہ حسن و جوانی اور اس پہ یہ غم   ستم ہے ستم ہے ستم ہے ستم

جب خجستہ نے یہ مضمون طوطے کی زبان سے سنا تب اس نے اسی ڈھب کے شعر پڑھے۔ اشعار

کیا کہوں کچھ کہا نہیں جاتا   آہ چپ بھی رہا نہیں جاتا

بے ملے اس کے کل نہیں پڑتی   اور ملوں تو ملا نہیں جاتا

پھر کہنے لگی۔ اے طوطے میں رات سے اسی فکر میں رہوں۔ کہ معشوق میرا دانا ہے یا نادان عالم ہے یا جاہل۔ اگر جاہل ہے۔ تو اس سے دوستی کرنا بہتر ہے۔ اور اگر وہ مورکھ ہے۔ تو اس سے دور ہی رہنا اچھا ہے۔ کیونکہ بیوقوف سے دوستی کرنا ایسا ہے جیسا کوئی اپنے جی میں دشمنی کرے طوطے نے کہا اے خجستہ جا

اور نقل سوداگر کی بیٹی کے گم ہونے کی اس سے کہی اگر وہ عقلمند ہے۔ اور ہشیار ہے تو اس کا تجربہ کر۔ اگر تیرے سوال کا جواب اچھا دیوے۔ تو دانا جانو۔ نہیں تو نادان سمجھو۔ خجستہ نے پوچھا وہ حکایت کیونکر ہے۔

حکایت:۔ طوطے نے کہا۔ کہ کابل میں ایک سوداگر نہایت مالدار تھا۔ اور اس کی بیٹی زہرہ نام نہایت خوبصورت تھی۔ تمام شہر کے عمائد اس کی آرزو رکھتے تھے۔ پر وہ کسی کو قبول نہ کرتی تھی۔ اور اپنے باپ سے یہی کہتی تھی۔ کہ میں اس شخص سے شادی کروں گی۔ جو دانشمند کامل ہوگا۔ اور ہنرمند بے بدل۔ اس بات کا شہرہ ہر ایک شہر میں پہنچا۔ غرض کسی ملک میں تین جوان تھے۔ اور وہ اپنے برابر کسی کو ہنرمند اور ہشیار نہ جانتے تھے۔ وہ تینوں کابل میں جا کر اس سوداگر سے کہنے لگے۔ ای شخص اگر تیری لڑکی شوہر ہنرمند چاہتی ہے۔ تو ہم تینوں آدمی حاضر ہیں۔ کہ بالفعل اس جہان میں ہمارے برابر ہنرمند کوئی نہیں ہے۔ اس نے پوچھا۔ کہ کیا ہنر تم رکھتے ہو۔ انہیں میں سے ایک نے کہا کہ میں یہ ہنر رکھتا ہوں۔ کہ جو چیز گم ہو۔ اسے بتا دیتا ہوں۔ اور جس جگہ ہو نکال دیتا ہوں۔ دوسرے نے کہا کہ میں کاٹھ کا گھوڑا ایسا بناؤں۔ کہ حضرت سلیمان کے تخت سے بھی آگے اڑاؤں۔ تیسرے نے کہا کہ میں ویسا تیرانداز ہوں جو میرے تیر کا پھل کھاوے۔ اسو کہت کو چھوڑ باہر نہ جاوے۔ یہ سخن سن کر وہ تاجر اپنی بیٹی کے پاس گیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ بیٹی آج ایسے ہنرمند شخص آئے ہیں۔ اب کیا کہتی ہے۔ اسنے اس کی تعریف سن کر یہ کہا کہ بابا جان میں اپنے جی میں سوچ کر کل اس بات کا جواب دوں گی۔ اور ان میں سے ایک پسند کروں گی۔ یہ بات کہہ کر آپ رات کو گم ہوگئی۔ صبح کو باپ نے ہر چند ڈھونڈا۔ کہیں پتہ نہ پایا۔ خدا جانے کہاں گئی۔ صبح کو سوداگر اسی شخص کے پاس گیا۔ اور پوچھا سچ کہہ۔ کہ میری بیٹی کہاں گئی۔ اس نے یہ بات سنتے ہی تامل کیا۔ اور بعد ایک گھڑی کے کہا۔ کہ اس کو ایک پری فلانے پہاڑ میں لے گئی۔ کہ وہاں نہ کوئی جا سکتا ہے۔ اور نہ کوئی اس کی خبر لا سکتا ہے۔ تب اس سوداگر نے دوسرے سے کہا کہ تو گھوڑا کاٹھ کا بنا کر اس تیسرے جوان تیرانداز کو دے۔ کہ وہ اس گھوڑے پر سوار ہو کر جاوے۔ اور وہ اس پری کو تیر سے مار کر میری بیٹی کو اپنے پیچھے چڑھا کے لے آوے۔ آخر کار اس نے کاٹھ کا گھوڑا بنایا۔ اور اس تیرانداز کو دیا۔ اور وہ اس گھوڑے پر سوار ہو کر اس پہاڑ پر گیا۔ اور ایک ہی تیر سے اسے مار کر سوداگر کی لڑکی کو لے آیا۔ پھر وہ تینوں جوان اس لڑکی پر عاشق ہو کر کہنے لگے۔ کہ میں اپنی شادی اس کے ساتھ کرونگا۔ طوطے جس گھڑی یہ سخن یہاں تک پہنچایا۔ تو خجستہ سے کہا۔ کہ یہ حکایت اپنے معشوق سے پوچھ کر وہ لڑکی ان تینوں میں سے کس کے ساتھ شادی کرے۔ اور کس کو دینی چاہیئے۔ اگر جواب باصواب دے۔ تو جانیو کہ ہشیار ہے۔ نہیں تو نالائق ہے۔ خجستہ نے کہا۔ کہ اے طوطے پہلے تو مجھ سے کہہ دے۔ کہ وہ کس پہنچی ہے۔ بھلا میں تو دریافت کروں۔

طوطے نے کہا۔ اس کو پہنچتی ہے۔ جو پری کو مار کر اسے لے آیا۔ کیونکہ ان دونوں نے اپنا ہنر دکھایا۔ اور وہ اپنی جان پر کھیلا۔ جو ایسے خوف کے مقام پر گیا۔ اور اس کو لے آیا۔ طوطے نے یہ کہانی تمام کر کے کہا۔ کہ اے خجستہ تو جا۔ اور اس سے مل۔ فرد ؎

کہاں پھر یہ موسم جوانی کہاں — غنیمت سمجھ صحبت دوستاں

خجستہ نے یہ سنتے ہی چاہا۔ کہ جاوے۔ اور اسے گلے لگاوے۔ مگر صبح ہو گئی رو رو کر کہنے لگی

دوھڑہ ؎ نین اندر تو پلک تو ہے یوں — نا ئیں دیکھوں اور کو نہ تو ہے دیکھن دوں

پچیسویں داستان کہ برہمن بابل کے بادشاہ کی بیٹی پر عاشق ہو کر اپنی دانائی سے معہ مال و اسباب پایا

جب آفتاب چھپا اور چاند نکلا۔ تب خجستہ رخصت لینے طوطے کے پاس گئی اور کہنے لگی۔ اے عقلمند پہلے زمانے کے نصیحت کرنیوالی اور وفادار خدمت کے رکھنے والے بہتر یہی ہے۔ کہ جلد رخصت کر۔ فرد

فرد ؎ ساقی خبر شتاب دے میرے خمار کی — طاقت نہیں رہی ہے مجھے انتظار کی

اور تو صاف جواب دے کہ صبر کروں۔ اور بیٹھ رہوں۔ اور یہ فرد پڑھا کروں۔ فرد ؎

بلبلو جاؤ تمہیں گل کے گلے لگ لو + — دست صیاد سے گلشن کو میں دیکھی ہوں

طوطا کہنے لگا۔ اے خجستہ میں تجھے ہر ایک شب رخصت کرتا ہوں۔ پر یہ نہیں جانتا۔ کہ نصیب تیرے کیسے ہیں۔ جو تجھ سے یاری نہیں کرتے۔ بہتر ہے۔ کہ آج شب جا۔ اور اپنے معشوق سے جا کر ملاقات کر۔ لیکن یہ نصیحت میری یاد رکھ۔ کہ جو کام کرنا ہو ایسا کرنا جس کے سبب سے تو فائدہ اٹھاوے۔ جس طرح ایک برہمن رائے بابل کی بیٹی پر عاشق ہوا۔ اور ایک تدبیر سے معشوق اور مال اسباب اس کے ہاتھ لگا۔ اور آفت میں نہ پڑا۔ شعر ؎ شرط سلیقہ ہے ہر ایک امر میں + عیب بھی کرنے کو ہنر چاہیئے۔

خجستہ نے پوچھا وہ حکایت کیوں کر ہے۔ بیان کر۔

حکایت:۔ طوطا کہنے لگا کسی وقت میں ایک برہمن خوبصورت عقلمند گردش فلکی سے اپنا شہر چھوڑ کر رائے بابل کے ملک میں گیا۔ اور ایکدن کسی باغ میں جا کر سیر گل و غنچہ کی کرنے لگا۔ اتفاقاً رائے بابل کی بیٹی بھی اس چمنستان میں بہار گل و لالہ کی دیکھتی پھرتی تھی۔ اچانک برہمن کی نظر اس مہ جبین پر پڑی اور اس لڑکی کی نظر اس برہمن مہر طلعت سے لڑی۔ اور جوانی کی امنگ نے اپنے توت دکھائی اور شعلہ عشق نے

آتش محبت کی دونوں طرف بھڑکائی حائل یہ ہے۔ مہر حسن سے ہوویں دونوں عشق کے دستگیر۔ وہ اسکا اسیر وہ اسکا اسیر بعد دو گھڑی کے کے دونو اپنے گھر گئے اور دیوانے ہو گئے۔ اور ناتواں بیمار پڑ گئے۔ اور وہ برہمن ایک جادوگر کے گھر جاکر اسکے قدموں پر گر پڑا اور یہ قطعہ پڑھنے لگا۔ **قطعہ**

رنج کھینچے ہیں داغ کھائے ہیں ۔۔۔ دل میں صدمے بڑے اٹھائے ہیں

اب قدم آپکے نہ چھوڑوں گا ۔۔۔ بڑی محنت سے جس نے پائے ہیں

اور اب جادوگر یہانتک خدمت کی کہ وہ اس کی جانفشانی دیکھ کر شرمندہ ہوا۔ اور ایک دن مہربان ہو کر اسے پوچھنے لگا۔ اے غریب آشفتہ طلعت تو آزمائش چاہتا ہے یا کام دنیا رکھتا ہے۔ جو کچھ تجھے درکار ہو اس کا سرانجام یہ فقیر کر دے۔ برہمن نے یہ سخن سنکے اس جادوگر کے سامنے ہاتھ باندھ کر اپنا حال بخوبی تمام ظاہر کیا۔ تب اس نے کہا کہ خیر میں جانتا ہوں۔ کہ مجھ سے کون زر چاہے گا۔ یا کچھ ایسا کام کہیگا۔ کہ وہ مجھ سے نہ ہو سکے گا۔ اور آدمی کی آدمی سے ملاقات کیا بڑی بات ہے۔ یہ کہہ کر اسی گھڑی ایک مہرہ حکمت کا بناکر اس برہمن کو دیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ یہ مہرہ اگر مرد اپنے منہ میں رکھے تو عورت معلوم ہو۔ اور اگر عورت منہ میں رکھے تو مرد معلوم ہو۔ یہ کہہ کر ایک دن وہ جادوگر اس برہمن کو برہمنی صورت بنا کر رائے بابل کے پاس جاکر کہنے لگا۔ مہاراج ابچے ہو! میں تو برہمن ہوں۔ میرا لڑکا دیوانہ ہو کر کہیں چلا گیا۔ یہ اس کی جورو ہے۔ اگر اس کو اپنے پاس گھر میں دو چار دن کے واسطے جگہ دو گے۔ تو اس عرصہ میں اپنے لڑکے کی ڈھونڈھ کر آؤنگا۔ رائے بابل نے یہ بات سن کر قبول کیا۔ اور اس برہمنی کو اپنے گھر میں رہنے کو جگہ دی۔ اور برہمن جادوگر کو کچھ خرچ راہ دیکر رخصت کیا۔ پھر اس برہمنی کو اپنی بیٹی کے پاس رکھا دونوں آپس میں عاشق و معشوق رہے۔ خجستہ نے دیکھا۔ کہ کس حکمت سے اس جادوگر نے برہمن کو اس کے آشنا سے ملایا۔ اور آپ بھی روپیہ لے کر اپنے گھر گیا۔

غرض وہ لڑکی برہمنی کو بہت سا پیار کرنے لگی۔ تب ایک دن برہمن نے پوچھا۔ کہ تیرا رنگ دن بدن زرد ہوتا جاتا ہے۔ اور آنکھوں سے رات دن جاری ہیں۔ بیماروں کا سا حال بنایا ہے۔ سچ ہے۔ کہہ کیا کسی سے دل لگایا۔ اس لڑکی نے چاہا۔ کہ اپنا حال اس سے چھپاوے۔ پر برہمنی نے اس سے چالاکی کر کے کہا جانتی ہوں۔ کہ تو کسی پر عاشق ہے۔ اگر حال زار اپنا مجھ سے کہیگی۔ تو کارسازی تیری کر دوں گی۔ تب اس لڑکی نے تمام حقیقت اپنی ہو بہو اس طور سے کہہ سنائی۔ کہ میں ایک برہمن بچے پر مرتی ہوں۔ اور اس کے غم میں جوانی کے دن بھرتی ہوں۔ وہ برہمن جو برہمنی کے بھیس میں تھا۔ کہنے لگا۔ سچ کہہ۔ اگر تو اسکو دیکھے۔ تو پہچان لے۔ اس نے کہا۔ البتہ اگر اس کو دیکھوں گی۔ تو پہچان لونگی۔ اس نے مہرہ اپنے

منہ سے اگل دیا۔ پھر اپنی صورت پر آگیا۔ اس نے اسے پہچانکر خوب سا گلے لگایا۔ اور ایک عجیب طرح کا چین اٹھایا۔ اور کتنے دنوں بعد آپسمیں مشورت کر کے کہنے لگے۔ کہ اب یہاں کا رہنا اچھا نہیں ہے۔ بلکہ بہتر یہ ہے۔ کہ اس ملک سے نکل کر اور کسی شہر میں چلکر رہیں۔ یہ ٹھیر اکر رائے بابل کی بیٹی بہت سا زر و جواہر اپنے باپ کے خزانہ سے لے کر برہمن کے ساتھ آدھی رات کو اپنے گھر سے باہر نکلی۔ اور کسی ملک کی راہ لی۔ اور کئی دن میں کسی اور بادشاہ کے شہر میں جاکر داخل ہوئے۔ اور ایک مکان سر بازار اچھا سا بنا کر رہنے لگے اور تمنا اپنے دل کی بے دھڑک ہوکر نکالنے لگے۔ اور کبھی اختلاط کے وقت شعر خوانی پر جی چاہتا تو یہ قطعہ پڑھنے لگی۔ **قطعہ** ؎

صبح تو جام سے گذرتی ہے — شب دل آرام سے گذرتی ہے
عاقبت کی خبر خدا جانے — اب تو آرام سے گذرتی ہے

جب اس لڑکی کے باپ نے ان دونوں کو نہ دیکھا۔ تب وہ نہایت فکر مند ہوا اور ہر چند ڈھونڈھا کچھ سراغ نہ پایا۔ کیونکہ وہ اس ملک سے نکلکر کسی اور کی سرحد میں چلے گئے تھے۔

طوطے نے یہ کہانی کہکر کہا۔ کہ اے بی بی جلد سدھارو اور حسرتیں دل کی اس سے مل کر نکال کہ بانو نے یہ سنتے ہی چاہا۔ کہ جاوے۔ اور لذت زندگی کی اس سے مل کر اٹھاوے۔ اتنے میں صبح ہوئی۔ اور مرغ نے بانگ دی۔ جانا اس کا اس رات بھی موقوف رہا۔ تب یہ بیت پڑھی۔ **بیت**

چھوٹ جاویں غم کے ہاتھوں سے جو دم نکلے کہیں — خاک ایسی زندگی پہ تم کہیں اور ہم کہیں

چھبیسویں داستان رائے بابل کی بیٹی کا بتخانہ میں پہنچا کو وہ عاشق ہونا ایک مورت پر اسے پانا پھر مار نا اپنے تئیں پھر زندہ ہونا اور جھگڑنا اور تن کا

جب سورج چھپا اور چاند نکلا خجستہ رخصت لینے طوطے کے پاس گئی اور کہنے لگی کہ میں چاہتی ہوں کہ اپنے معشوق کے پاس جاؤں۔ اور پہلے اس کی عقلمندی دریافت کروں۔ اگر عقلمند پاؤں گی۔ تو دوستی کرونگی۔ ورنہ باز رہوں گی۔ کس لئے کہ شیر مند نے کہا ہے۔ تا مقدار تین شخصوں کے محبت نہ کرنی چاہئے اور انکی یاری کا اعتماد نہ کرے۔ اول **عورتوں** کی دوستی کا دوم **لڑکوں** کے اخلاص کی تیسرے **احمقوں** کے ساتھ مثل مشہور ہے کہ دانا کی دشمنی نادان کی دوستی سے بہتر ہے۔ طوطے نے کہا۔ کہ اے بی بی تو جو کہتی ہے سچ کہتی ہے۔ بہتر ہے کہ اس رات ایک حکایت اپنے دوست کے سامنے بیان کرے۔ اور

اس سے پوچھیئے۔ اگر جواب ایسا ہی دے۔ جو پسندیدہ ہو۔ تو اسے عاقل اور ہشیار سمجھو۔ اور جو جواب اچھا نہ دے۔ تو ناداں جانو۔ خجستہ نے پوچھا۔ وہ نقل بیان کر۔

حکایت:- طوطا کہنے لگا۔ کسی وقت میں رائے بابل کا بیٹا ایک بت خانہ میں پوجا کرنے گیا تھا اور وہاں ایک لڑکی کو دیکھا۔ کہ نہایت خوبصورت ہے۔ کہ بیان نہیں کیا جاتا۔ خدا نے اس کو عجیب حسن دیا تھا۔ سبحان چودہویں رات کا چاند اس کے مکھڑے سے شرماتا تھا۔ اور سیاہی اسکی زلفوں کی رات کو آٹھ آٹھ آنسو رلاتی تھی۔ قد اسکا اگر سرو دیکھے۔ تو مارے خجالت کے زمین پر گرے۔ اگر کبک اس کی رفتار کو دیکھے۔ شعر

غضب جوڑ کی بندش ہے قیامت قد بالا ہے　　ستم چوں پری مکھڑا بدن سانچے میں ڈھالا ہے

وہیں اس پر عاشق ہوا اور دل نے بیقراری جو کی تو گھبرا کر اس بت کے پاؤں پر سر جھکا کر گر پڑا اور دعا عاجزی سے مانگی۔ اگر یہ لڑکی میرے ساتھ بیاہی جاوے۔ تو اپنے تن سے سر جدا کروں۔ اور تمہارے قدموں پر چڑھاؤں۔ آخر کار یہ کہہ کر اپنے گھر گیا۔ اور اسکے باپ کو شادی کا پیغام دیا۔ کہ مجھے اپنی غلامی میں لیجئے۔ اور اپنی لڑکی مجھے بیاہ دیجئے۔ جس گھڑی یہ پیغام اس کے باپ نے سنا اسی گھڑی اپنی لڑکی اسکو بیاہ دی۔ پھر وہ دونوں بطور عاشق و معشوق کے آپس میں مل کر رہنے لگے۔ کبھی یہ اپنے گھر اس کے ساتھ چین کرتی۔ اور کبھی وہ اپنے مکان میں اس کے ساتھ آرام کرتا۔ اسی طرح سے ایک مہینہ گذرا اتفاقاً وہ لڑکی اپنے سسرال میں تھی۔ کہ اس کے باپ نے اسے اور اس کے دولہا کو اپنے گھر بلوایا۔ اور وہ لڑکا اپنی دلہن کے ساتھ لئے ہوئے چلا۔ اور ایک برہمن بھی قدیم اس کے مصاحبوں میں تھا۔ وہ ان کے ساتھ ساتھ پیچھے ہو لیا۔ جسوقت وہ لڑکا اس بتخانہ میں اکیلا گیا۔ اور اپنا سر کاٹ کر اس بت کے پاؤں پر دھر دیا۔

بیت:- نام پر اپنے وہ مرجاتے ہیں　　عیش کھوتے ہیں جی گنواتے ہیں

بعد ایک دم کے جو برہمن اس بت خانہ میں گیا تو کیا دیکھتا ہے کہ رائے بابل کا لڑکا مرا پڑا ہے۔ اور اس کا سر تن سے جدا ہے۔ یہ ماجرا دیکھ کر برہمن ڈرا۔ جی میں کہنے لگا۔ کہ میں یہاں سے جو جیتا جاؤنگا تو لوگ یہی جانینگے۔ کہ لڑکے کو اس نے اسجگہ مارا ہے۔ کیونکہ اب تک سوا اس کے اور کوئی بھی نہیں آیا تھا غرض اس نے بہت سا اندیشہ اپنے دل میں کر کے کہا کہ بہتر یہی ہے۔ کہ میں بھی اپنا سر تن سے اتار دوں اور اس کے پاؤں پر رکھ کر یہ کہہ کر اس نے بھی اپنا سر اتارا۔ اور اس بت کے قدم پر گر پڑا۔ بعد ایک گھڑی کے وہ لڑکی جو اس بت خانہ میں گئی۔ تو ان دونوں کے الگ دیکھ کر متعجب ہوئی۔ اور کہنے لگی کہ ہے یہ دونوں کے سر کٹے اور لہو لہان پڑے ہیں۔ صد افسوس یہ کیا غضب ہوا۔ یہ کہہ کر جی میں کہا کہ اپنا سر کاٹیے۔ یا شوہر کی لاش کو گلے لگا کر ستی ہو جایئے۔ اتنے میں اس دھڑ سے آواز آئی۔ کہ اے

لڑکی یہ سر گئے ہوئے تو ان کے تنوں سے لگادے رام کی کرپا سے یہ دونوں ابھی جی اٹھتے ہیں۔ یہ سنتے ہی وہ خوش اور جلدی سے اپنے شوہر کا سر برہمن کے تن پر اور برہمن کا سر اپنے شوہر کے تن پر رکھ دیا۔ دونوں جی اٹھے اس عورت کے آگے کھڑے ہو گئے۔

رائے بال کے بیٹے سر اور برہمن کے تن سے قضیہ ہونے لگا۔ سر بولا۔ کہ یہ میری جورو ہے اور تن نے کہا۔ کہ یہ میرا قبیلہ ہے۔

طوطے نے یہ کہانی تمام کر کے اور خجستہ سے کہا۔ اگر اس کی عقل کو آزمانا چاہتے ہو۔ تو یہی بات اس سے پوچھو۔ کہ وہ عورت سر کو پہنچی۔ یا دھڑ کو تب خجستہ نے کہا اے طوطے بھلا کوئی پوچھے کہ مستحق ان کا کون ہے۔ طوطا بولا۔ ذی حق اس کا سر ہے۔ کیونکہ عقل کی جگہ ہے۔ اور بدن کا سردار ہے۔

خجستہ نے جو یہ قصہ سنا تو ارادہ اپنے یار کے پاس جانے کا کیا۔ کہ اتنے میں صبح ہوئی۔ اور مرغ نے بانگ دی۔ جانا اس کا اس روز بھی موقوف رہا۔ تب یہ بیت پڑھی اور رونے لگی۔

وصل کی شب یہ آئی صبا فراق ۔ روز لوز روز بھی تصدق ہے

ستائیسویں داستان کہ عیاری و سخن سازی سے ایک عورت اپنے خاوند سے سرخرو ہوئی

جب سورج چھپا اور چاند نکلا۔ خجستہ رخصت لینے طوطے کے پاس گئی۔ اور کہنے لگی۔ کہ اے طوطے میں اس بات سے ڈرتی ہوں۔ اور شرمندہ ہوتی جاتی ہوں۔ کہ جب اس سے ملوں اور وہ دیر ہونے پر غصہ کرے تو میں نہیں جانتی کہ تب میں کونسا بہانہ کروں۔ طوطے نے کہا۔ اے کدبانو کچھ اندیشہ نہ کر۔ اس لئے کہ عورتیں بہت بہانے کر جاتی ہیں۔ اور کیسے کیسے فریب بناتی ہیں۔ اور کیا کیا مکر یاد کرتی ہیں۔ اور حاضر جواب ہیں۔ میں نے ان کی زبان سے بہت عذر سنے ہیں۔ اور پسند کئے ہیں۔ تو ایسی بھولی بھالی کہ کچھ جانتی نہیں۔ کیا خوب مثل مشہور ہے۔ اشعار۔

چرتر پہ عورت اگر اپنے آئے ۔ تو بس پیٹ کے نیچے ہاتھی چھپائے
کفِ دست پر کب نکلے ہیں بال ۔ نہ چاہے تو اس پر بھی سرسوں جمائے

ایسے ایسے چرتر کرتی خیر ایک دم بھر اور اپنے جی کو ڈھارس دے۔ قدرے توقف کر ایک عورت نے جو حیلہ اور عیاری اپنے شوہر سے کیا تھا۔ تجھے سناؤں۔ خجستہ نے پوچھا۔ کہ اس کی نقل کیوں کر ہے بیان کر۔

حکایت:- طوطا کہنے لگا۔ کہ کسی وقت میں ایک شخص نے اپنے قبیلہ کو کئی پیسے شکر لانے کو دیئے۔ اور وہ شکر لینے بازار میں ایک بنیے کی دوکان پر گئی۔ اسے دیکھتے ہی عاشق ہوا۔ پھر اس نے سیر بھر شکر مول لے کر اپنی چادر کے کونے میں باندہی۔ اتنے میں وہ بنیا اس سے لگاوٹ کرنے لگا اور باتیں خوش طبعی کی کہیں۔ وہ راضی ہو گئیں۔ بعد راز و نیاز کے وہ عورت کو گھر میں لیگیا۔ اور اپنی چادر گرہ بندہی ہوئی بنیے کی دکان پر رکھ اس کے ساتھ چلی گئی۔ تب اس بنیا کے گماشتہ نے اپنی چالاکی سے اتنے عرصہ میں جھٹ پٹ شکر اسکو کونے سے کھول دی۔ اور اتنا ہی ریت اسجگہ باندھ دیا۔ اتنے میں رنڈی اس کے مکان سے نکلی۔ اور جھٹ پٹ چادر اٹھا کر اپنے گھر کی راہ لی۔ اور اپنے خاوند کے آگے رکھدی۔ بے دھڑک شکر کی گرہ جو کھول کر دیکھی۔ تو شکر کے بدلے ریت لائی۔ وہ حیران ہوا۔ اور کہنے لگا۔ کہ یہ کیا مسخراپن ہے۔ جو تو مجھ کو کرتی ہے۔ میں نے شکر کو بھیجا تو ریت لائی۔ اس نے یہ بات سنتے ہی تامل کیا۔ **بیت** ؎

اگر یونہی شکر میں لاتی رہوں گی ۔۔۔ تو ایک دن میں جی سے ہی جاتی رہونگی

تب اس مرد نے گھبرا کر پوچھا بی بی یہ کیا سبب ہے۔ جو کچھ تو بدحواس معلوم ہوتی ہے۔ **بیت**

؎ جگہ شکر کی ریت لائی ہے کیوں ۔۔۔ یہ رونی سی صورت بنائی ہے کیوں

تب اس نے مسکرا کر کہا۔ جی کیا کہوں۔ جس وقت میں گھر سے باہر نکلی۔ اس وقت میرے پیچھے ایک بیل ڈکارتا ہوا دوڑا۔ اس کے ڈر سے میں بھاگی۔ تو اس صدمہ سے میں گر پڑی۔ تو لوگوں کی شرم سے ڈھونڈ نہ سکی۔ یہ ریت اٹھا کر لے آئی ہوں۔ پیسے اس میں ہونگے۔ نکال لو۔ میں نہایت تھکی ماندی ہوں۔ کہو تو قدرے سو رہوں۔ یہ بات سنتے ہی اس کے خاوند نے اس کو گلے لگایا۔ اور مٹھیاں لے کر کہا۔ اگر پیسے گر پڑے تھے۔ تو تم ریت کیوں اٹھا لائیں۔

حاصل کلام عورت نے ایسا بے تامل اپنے خاوند کو جواب کہ وہ مطلق اس پر خفا نہ ہوا۔ بلکہ اور مہربانی کرنے لگا۔

طوطے نے جب یہ کہانی تمام کی خجستہ سے کہا۔ یہ کونسی بڑی بات ہے۔ تو اس عورت سے زیادہ کر سکتی ہے۔ کچھ خطرہ نہیں۔ اب شتاب جا۔ اور اپنے معشوق کو گلے لگا گر وہ تجھ پر خفا بھی ہوگا۔ تو جواب معقول دے سکتی ہے۔ اب خجستہ بہت جلد اٹھی۔ اٹھتے ہی مرغ نے اللہ اکبر کہا جانا اس کا اس روز بھی موقوف رہا۔ تب رو کر یہ شعر پڑھنے لگی۔ **بیت** ؎

کونسی شب کو ہوگا وصل نگار ۔۔۔ ہر سحر ہے ہماری دشمن کار

اٹھائیسویں داستان کہ سوداگر کی لڑکی پر عاشق ہوا اور اہل کاروں کی تدبیر سے وہ لڑکی بادشاہ تک نہ پہنچی اور بادشاہ اسکے فراق میں مر گیا

جب آفتاب چھپا اور مشرق کی طرف سے ماہتاب نے بھی اپنی روشنی دکھائی۔ تب خجستہ طوطے کے پاس رخصت لینے گئی۔ اور کہنے لگی۔ اے محرم راز میں نے تیری باتیں عقلمندی کی سنی ہیں۔ اور جس عورت کو شرم نہیں آتی۔ وہ کسی قوم کی حرمت نہیں پاتی۔ اور وہ عورت مستورات میں بد ہے۔ اب یہی چاہتی ہوں کہ اپنے گھر میں بیٹھی رہوں۔ کسی غیر سے آشنائی نہ کروں۔ اور نہ کسی کے گھر جاؤں۔ ؎

لوگ جی دیتے ہیں اپنی آبرو کے واسطے ۔۔ گھر سے نہ نکلوں غیر کی جستجو کے واسطے

طوطا کہنے لگا۔ اے خجستہ حق تو یہ ہے۔ کہ تجھ سے عورت عقلمند اور ہشیار نہیں دیکھی اور جو کہتی ہے۔ سچ کہتی ہے۔ **دوہڑہ**

مینا وہی سراہئے ہے کہ جن کے من میں لاج ۔۔ بیری ہٹی اور مکھ پھرے سو آدمے کو نیکو لاج

لیکن ڈر یہ ہے۔ کہ اگر صبر کرے گی۔ تو جان تیری بھی اسی بادشاہ کی طرح نکل جاوے گی خجستہ نے پوچھا کہ اس کی نقل بیان کر۔

حکایت:۔ طوطا کہنے لگا۔ کہ کسی شہر میں ایک سوداگر نہایت مالدار صاحب وقار تھا۔ اور بہت سے گھوڑے ہاتھی اپنے پاس رکھتا تھا۔ اور اس کی بیٹی بہت خوبصورت اور حسین مہ جبین تھی۔ **بیت**

وہ نقشہ جسے دیکھے مہ داغ کھائے ۔۔ وہ صورت کہ تصویر کو حیرت آئے ؎

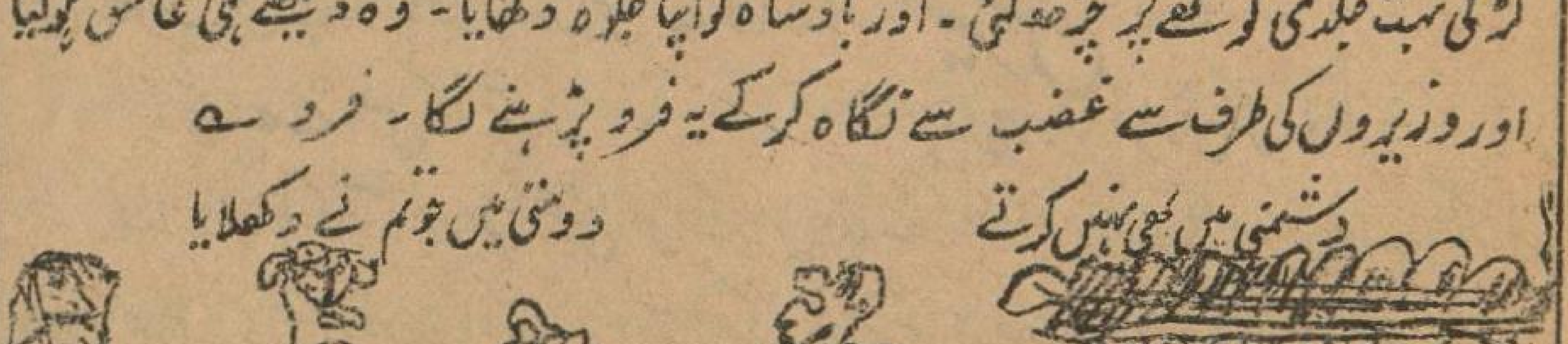
اس کی خوبصورتی کا شہرہ ہر ایک شہر میں پہنچا تھا۔ اور ہر ایک شخص دیدہ نادیدہ اس کے دیکھنے کا مشتاق تھا۔ اور ہر ایک چاہتا تھا۔ کہ اپنی شادی اس کے ساتھ کرے۔ لیکن باپ اس کا مارے غرور کے کسی کو قبول نہ کرتا تھا۔ اس عرصہ میں اس کا عہدِ شباب قریب پہنچا۔ اور نخل جوانی ثمر کامرانی سے پھلنے لگا۔ اور کچھ کچھ جوبن اُبھرا۔ تب اس کے باپ نے اس ملک کے بادشاہ کی خدمت میں جاکر اس مضمون کی عرضی لکھی۔ کہ یہ غلام ایسی حسین لڑکی رکھتا ہے۔ کہ اس کی گفتگو پہ بلبلِ ہزار رشک کھائے۔ اور اس کی چال سے کبک دری حیران رہ جائے۔ جانور گویا اسکی باتیں سننے کے واسطے ہوا پر سے اتریں۔ اور مست و مدہوش ہوتے ہیں۔ جس جس نے اس کا سخن سنا ہے غش غش کیا۔ امیدوار ہے۔ کہ وہ لڑکی حضور کی نظر کرے۔ بادشاہ اپنے دِل میں کہنے لگا۔ کہ جو کوئی

نصیب اچھا رکھتا ہے۔ تو ہر ایک چیز خود بخود اس کے پاس آ رہتی ہے۔ اپنے دل میں کہہ کر چاروں وزیروں کو اشارہ کیا۔ کہ تم اس تاجر کے گھر جاؤ۔ اور اس کی بیٹی کو دیکھو۔ اور احوال کما حقہ دریافت کرو۔ اگر وہ قابل حضور عالی کے ہو۔ تو جلدی آکر خبر دو۔ غرض وہ چاروں وزیر بادشاہ کے فرمان کے بموجب اس سوداگر کے گھر گئے۔ اور اس لڑکی کی صورت دیکھ کر غش ہوئے۔ اور آپس میں مشورت کرنے لگے۔ کہ اگر اس صاحب حسن کو بادشاہ دیکھے گا۔ تو دیوانہ ہو جائیگا۔ رات دن اس کے پاس رہیگا۔ ملک کی طرف متوجہ رہے گا۔ پس ہر ایک کام تباہ ہو گا۔ اور ملک کے بندوبست میں خلل پڑے گا۔ بہتر یہ ہے۔ کہ اس کے سامنے اس کی تعریف نہ کیجئے۔ اور اس لڑکی کے لینے کی صلاح نہ دیجئے۔ یہ بات انہوں نے جی میں ٹھہرا کر بادشاہ سے عرض کی۔ کہ خداوندا اس کی خبر جو حضور میں پہنچی تھی۔ سو غلط تھی۔ اس سے بہتر رنڈیاں محل مبارک میں بہت ہیں۔ بادشاہ نے یہ سن کر کہا۔ کہ خیر اگر وہ ایسی ہے۔ تو میری بھی مرضی نہیں۔ کہ اس کے ساتھ شادی کروں۔ اور خواہ مخواہ عذاب لوں۔

آخر بادشاہ نے اس سوداگر بچی کو قبول نہ کیا۔ اور وہ سوداگر جب وہاں سے مایوس ہو کر پھرا تب اسی شہر کے کوتوال سے اس کی شادی کر دی۔ ایک دن اس لڑکی نے اپنے تئیں دل میں کہا۔ کہ میں اس قدر خوبصورت ہوں۔ تعجب ہے کہ بادشاہ نے مجھے قبول نہ کیا۔ انشاءاللہ ایک دن میں اپنے تئیں دکھاؤنگی

القصہ ایک دن بادشاہ اس کوتوال کی حویلی کیطرف سے کسی باغ کیطرف سیر کو گیا۔ کہ وہ لڑکی بہت جلدی کوٹھے پر چڑھ گئی۔ اور بادشاہ کو اپنا جلوہ دکھایا۔ وہ دیکھتے ہی عاشق ہو گیا اور وزیروں کی طرف سے غضب سے نگاہ کر کے یہ فرد پڑھنے لگا۔ فرد

دشمنی میں بھی نہیں کرتے
دوستی میں جو تم نے دکھلایا



کیا سبب تھا۔ جو تم نے مجھ سے جھوٹ کہا۔ تب انہوں نے عرض کی کہ خداوندا اس وقت ان گنہگاروں نے یوں مشورت کی تھی۔ کہ اگر بادشاہ ایسی عورت صاحب جمال کو دیکھے گا۔ تو اس کے عشق میں

ملک کے کاروبار سے غافل ہو جائے گا۔ سلطنت خاک میں ملیگی۔ رعیت تمام ہوگی۔ بادشاہ کو یہ بات انکی پسند آئی۔ اور خطاؤں کی معاف کی مثل مشہور ہے۔ باطن ہاتفی پالی آخر اس کے عشق بیمار پڑا۔ اور یہ قطعہ پڑھا۔ **قطعہ**

یہی پیغام درد کا کہنا　　گر کوئی کوئے یار میں گذرے
کونسی رات آملے گا وہ　　دن بہت انتظار میں گذرے

تب وزیروں نے معلوم کیا۔ یہ کوئی دن میں جان سے جاتا ہے۔ عرض کی کہ کوتوال سے اس عورت کو لے لیں۔ اور حضور شربت وصال نوش جان فرماویں۔ اگر وہ اس کے بیچنے پر راضی ہو تو بہتر ہے۔ ورنہ بزور چھین لیں۔ بادشاہ نے کہا۔ میں اس ملک کا بادشاہ ہوں۔ ہرگز ایسا نہ کرونگا۔ کیونکہ شاہوں کو یہ بات لازم نہیں۔ جو اس قدر ظلم وستم لوگوں اور رعیت پر کرے اور اپنی قوت انہیں دکھلاویں۔ یہ سراسر ناانصافی ہے۔ سوا اس کے جو ظلم کرتا ہے وہ آپ بھی خراب ہوتا ہے۔ **بیت** ؎

جو کہ ظالم ہے وہ ہرگز پھولتا پھلتا نہیں　　سبز ہوتے کھیت دیکھا ہے کبھی شمشیر کا
جی گنوانا سہل ہے آگے مرے　　پر نہ دونگا عدل اپنے ہاتھ سے

آخر کار بادشاہ اسی کے غم میں مرگیا۔ طوطے نے یہ داستان ختم کر کے خجستہ سے کہا۔ کہ صبر کرنا تیرے حق میں اچھا نہیں۔ اگر صبر کرے گی۔ تو تو اس بادشاہ کی طرح ایک دن مرجاوے گی کچھ حاصل نہ ہوگا اس سے بہتر یہی ہے۔ کہ اب جلد جا اور اس سے ملاقات کر **میر حسن** ؎

خوشی سے مئے وصل کو نوش کر　　غم دین و دنیا فراموش کر ؎ ؎

خجستہ نے چاہا۔ کہ جاوے اور اپنے تئیں اس کے پاس پہنچائے کہ اتنے میں صبح ہوگئی اور مرغ نے بانگ دی جانا اس کا اس روز بھی موقوف رہا۔ تب یہ بیت پڑھ کر رونے لگی۔ بیت

کیسا یہ دن فلک دکھاتا ہے　　شب امید سے چھڑاتا ہے

انیسویں ۱۹ داستان ایک کمہار کی کہ بادشاہ نے اسکو اپنے لشکر کا سردار کیا

جب سورج چھپا اور چاند نکلا۔ خجستہ آہ و زاری کرتی ہوئی آنکھوں میں آنسو بھر دل پر درد طوطے سے رخصت لینے گئی۔ اور کہنے لگی۔ اے طوطے میں نے سنا ہے کہ ایک اعرابی نے کسی دولتمند سے جا کر کہا۔ کہ میں کعبہ کو جاتا ہوں۔ اس نے کہا۔ بہت دیر نہ کیجئے۔ بلکہ جلد سدھارئے۔ اس نے کہا۔ کہ میں کچھ خرچ

راہ نہیں رکھتا ہوں۔ دولت مند نے کہا۔ اگر تیرے پاس خرچ نہیں ہے۔ تو مت جا۔ میں کتاب کی رو سے کہتا ہوں کہ جو مفلس ہو اسے طواف کعبہ کچھ فرض نہیں۔ کہ خواہ مخواہ اپنے اوپر عذاب اٹھا دے اور مکے جائے۔ خدا نے محتاج کو نہیں کہا۔ کہ تو مکے جا۔ اعرابی نے کہا۔ کہ میں تیرے پاس زر مانگنے آیا ہوں۔ مسئلہ پوچھنے نہیں آیا۔ جو کہ آپ کی رو سے باتیں بتاتا ہے۔ اے طوطے میں تجھ سے ہر شب صرف رخصت لینے آتی ہوں۔ تو بیفائدہ ادھر ادھر کی باتیں بکا کرتا ہے۔ تیری نصیحت تو نہیں آتی۔ ان باتوں سے میں تجھ پر خفا ہونگی۔ یہ سن کر طوطا ڈرا۔ کہ کہیں ایسا نہ ہو۔ کہ مجھے مینا کی طرح مار ڈالے۔ یہ سمجھ کر خوشامدیوں کی طرح باتیں کرنے لگا۔ اور یہ شعر پڑھنے لگا

بیت) عجب نصیب اور ہماری قسمت خفا ہم سے بے سبب ہے
کیا غضب ہے کیا غضب ہے کیا غضب ہے

اور کہنے لگا۔ اے خجستہ میری نصیحت سے دل تنگ نہ ہو۔ اور برا مت مان۔ کیونکہ جو کوئی کسی کی اچھی بات قبول کرتا ہے۔ تو وہ بات جہان میں کام آتی ہے۔ کہا بانو اے طوطے جو تو کہتا ہے۔ سو میں سنتی ہوں۔ لیکن آج کی رات نہایت تاریک ہے۔ اور میں اکیلی جاتی ہوں۔ تو مجھے ڈر معلوم ہوتا ہے۔ اگر تو کہے تو اپنے غلام کو ساتھ لے جاؤں۔ اور اپنے اس امیدوار کو ملوں۔ پس طوطا یہ سنتے ہی اپنے پر وسے چھاتی پیٹ کر کہنے لگا۔ کہ ہے ہے خدا کیواسطے کہیں ایسا نہ کرنا۔ خبردار غلام کو ساتھ لے کر نہ جانا۔ کیونکہ عقلمندوں نے کہا ہے۔ کہ کمینہ ہرگز وفادار نہیں ہوتا۔ اور یہ قوم کم ظرف ہوتی ہے۔ تو نے شاید اس گمہار کی کہانی نہیں سنی۔ جو ایسی باتیں ناوانی کی کرتی ہے۔ خجستہ نے کہا۔ اس کی کہانی بیان کر۔

حکایت:۔ طوطا کہنے لگا۔ کہ ایک گمہار نے کسی دن بہت شراب پی۔ اور بدمست ہو کر کوزہ اور قرابے شیشے کے اور جو شراب کے ظروف اس کے پاس تھے۔ ان پر گرا۔ اور تمام بدن زخمی ہوا۔ بعد مدت کے وہ زخم اچھے ہو گئے۔ مگر نشان ان زخموں کے اسطرح معلوم ہوتے تھے۔ کہ شاید زخم تیر اور تلوار کے ہیں۔ اتفاقاً اس شہر میں کال پڑا۔ وہاں سے نکل کر کسی اور شہر میں گیا۔ اور نوکری کی تلاش کرنے لگا۔ اس شہر کے بادشاہ نے جو اس کے تن پر زخم بدن پر ڈالے ہیں۔ یہ سمجھ کر بادشاہ نے اسے نوکر رکھا اور مرتبہ اس کا زیادہ کیا اور اپنے دل میں کہا۔ یہ بڑا ہی سورما ہے۔ جو ایسا اس کا بدن زخموں سے چور ہے۔ بعد کئی دن کے ایک غنیم بادشاہ پر چڑھا۔ اور گاؤں اطراف کے لوٹنے لگا۔ جب بادشاہ نے اسے اپنے فوج کا سردار کیا اور چاہا۔ کہ دشمن سے لڑنے کو بھیجے۔ جب یہ احوال اس گمہار کو معلوم ہوا۔ تو وہ بیمار پڑ گیا۔ اور حضور میں آکر عرض کی۔ کہ خداوند میں ذات کا گمہار ہوں۔ مجھ سے لڑائی کا سرانجام نہ ہو سکے گا۔ **مثل**:۔ مشہور ہے کہ تیلی کیا جانے مشک کا بھاؤ۔ یہ سنتے ہی بادشاہ ہنسا۔ اور اپنے دل میں شرمندہ ہوا۔ اور کسی اور سردار کو غنیم پر بھیجا۔

طوطے نے یہ کہانی تمام کرکے کہا۔ کہ غلام کو رخصت کر اور ساتھ لیجا۔ اس سے کام بھلائی کا نہ ہوگا۔ بلکہ یہ اور رسوائی کرے گا۔ تو اکیلی جا۔ خجستہ نے یہ سنتے ہی چاہا۔ کہ اکیلی اپنے تئیں اس کے پاس پہنچاوے۔ اور رشتۂ زندگی کا اٹھا دے۔ کہ اتنے میں صبح ہوئی۔ اور مرغ نے بانگ دی جانا اس کا اس روز بھی موقوف رہا۔ تب یہ بیت پڑھا اور رونے لگی۔ بیت

روز و شب ہجر کے یکساں چلے آتے ہیں ہمیں صبح سے مطلب نہ ہمیں شام سے کام

تئیسویں داستان ایک شیر و شیرنی اور اسکے بچوں کی گیدڑ کیساتھ محبت ہو جانا

جب سورج چھپا اور چاند نکلا۔ خجستہ مردانہ لباس پہن کر اور ہتھیار لگا لٹ پٹی پگڑی باندھ طوطے کے پاس گئی۔ اور رخصت مانگی۔ اس نے جو اسے بانکپن میں دیکھا۔ تو بے اختیار ہنسا اور کہنے لگا۔ اے خجستہ مرحبا خوب کیا۔ کہ ایسی اندھیری رات میں مردانہ لباس پہن کر تنہا آئی۔ اور غلام کو ساتھ نہ لائی سچ تو یہ ہے تیری ادا تجھی کو زیبا ہے۔ کہ تیری ہوشیاری کے صدقہ کیونکہ ایک طوطا آج میرے قدیم دوستوں سے اڑا جاتا تھا۔ تجھے اس قید خانہ میں دیکھ کر اوپر سے نیچے اترا۔ اور میرے پاس آ بیٹھا۔ یہ نقل میں نے اس سے سنی ہے۔ اور یہ حکایت بھی اس طرح ہے۔ جو شب کو میں نے کہی تھی۔ سو طوطے کو بھی بموجب اس کے کہا۔ یقین ہے۔ کہ اب کہیں خطا نہ پاؤ گے۔ خجستہ نے پوچھا وہ نقل کیوں کر ہے۔ بیان کر۔

حکایت:۔ طوطے نے کہا۔ کسی وقت میں ایک شیرنی مع شیر اور بچوں سمیت کسی جنگل میں رہا کرتا تھا۔ اتفاقاً ایک دن مارے بھوک کے بھوکا رہا۔ اور صحرا میں شکار ڈھونڈھنے گیا۔ حق تو یہ ہے۔ کہ مشقت بہت سی اٹھائی۔ اور محنت بہت سی کی۔ تب بنا چاری خالی اپنے گھر کی طرف پھرا۔ کہ ناگاہ رستے میں اس نے دیکھا کہ ایک گیدڑ کا دو چار دن کا آنکھیں بند کیے پڑا ہے۔ اور بلبلاتا ہے۔ یہ اپنے جی میں خوش ہوا۔ اور اس کو اٹھا کر اپنی مادہ کے پاس لے آیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ میں نر ہوں۔ اگر دو چار دن اور بھی نہ کھاؤنگا تو کچھ نہ ہوگا۔ اور تو مادہ ہے۔ اگر تو آج فاقہ کریگی۔ تو شام ہی تک مرجائے گی۔ اس واسطے اس بچہ کو لے آیا ہوں۔ تو اسے کھالے۔ اور بچوں کو دودھ پلا اس نے کہا۔ کہ تو کو ہنچنا چاہیئے۔ لیکن میں دو بچے تھے اپنے آگے رکھتی ہوں۔ تو بھلا کس طرح اس کو کھاؤں۔ اور دودھ پلاؤں۔ بیت

گو گلہ کرتا کسی کے آتش دو اپنی چھاتی پہ ہاتھ دھر دیکھو

اور سوائے اس کے تم نر ہو اور دل سخت رکھتے ہو۔ تم نہیں کھا سکتے۔ میں نرم دل ہوں۔ کیونکر

کھاؤں۔ اگر کہو تو اس یتیم کو بھی اپنے بچوں کی طرح پالوں۔ شیر نے کہا۔ بہتر۔
آخر شیرنی نے اس بچہ کو اپنے بچوں کے ساتھ پالا۔ کتنے دنوں کے بعد وہ بڑے ہوئے اور بچے شیر کے اس کو اپنا بڑا بھائی جانتے تھے۔ اور بھائیوں کی طرح آپس میں کھیلا کرتے تھے۔ ایک دن وہ کسی طرف گئے۔ اور شکار کی تلاش کرنے لگے۔ ناگاہ ایک ہاتھی کسی سمت سے انہیں نظر آیا۔ دونوں بچے شیر بے اختیار ہاتھی پر جھپٹے۔ اور وہ مارے ڈر کے پچھلے ہی پاؤں پھرا۔ اور بھاگا پھر کسی درخت کے تلے جاکر چھپ رہا۔ بچوں نے جو اپنے بڑے بھائی کو بھاگتے دیکھا۔ آپ بھی بھاگے۔ بعد ایک دم کے آپس میں مل کر گھر آئے۔ اور اپنی ماں سے وہاں کا ماجرا کہنے لگا۔ تب ان کی ماں نے کہا۔ کہ بیٹا بو گیدڑ کا بچہ ہے۔ بہادری کب کرسکتا ہے۔ بیت

ع زاغ کب پہنچے گا بیٹا کبک کی رفتار کو ۔ بے نہ مارے کون مارے چیل بد کردار کو ✤

طوطے نے یہ کہانی تمام کرکے خجستہ سے کہا۔ کہ اب اٹھ اور اپنے معشوق کے پاس جا۔ اور اس سے ملکر حظ زندگی اٹھا۔ کہ بانو نے یہ سنتے ہی چاہا کہ جاوے اور اپنے جانی کو گلے لگاوے۔ اتنے میں صبح صادق ہوگئی۔ مرغ نے بانگ دی۔ جانا اس کا موقوف ہوگیا۔ پھر رو کر یہ بیت پڑھی۔ بیت

صبحدم کرتا ہے یہ دل اشکباری بیشتر ۔ ہو سحر کو خانہ ماتم میں زاری بیشتر

اکتیسویں داستان ایک امیر زادے اور سانپ کی

جب سورج چھپا اور چاند نکلا۔ خجستہ چاک گریبان و حال پریشان آنکھوں میں آنسو بھرے سر کھلا طوطے کے پاس رخصت لینے گئی اور کہنے لگی۔ اے وفادار اے محرم راز دل فگار۔ شعر۔

ع آتش عشق سے جلے ہے اے دل ۔ آہ یہ آگ کس نے بھڑکائی

اے طوطے اب تو میرا دل اس کی جدائی سے جلا جاتا ہے۔ اور کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ جگر کباب ہوگیا۔ بیچ جان میں آج کسی صورت سے اس گھر میں نہ رہونگی۔ اور اپنے جانی کے پاس خواہ مخواہ جاؤں گی۔ تو بھی جلد رخصت کر۔ طوطا اپنے جی میں ڈرا اور کہنے لگا۔ کہ خدا وند حافظ۔ یقین ہے۔ کہ یہ اب اس گھڑی کسی طرح سے نہ رہے گی۔ کیونکہ نہایت بیقراری رکھتی ہے۔ اور میری بات نہ سنے گی۔ اور بس مضطر ہے۔ یہ سوچکر بناچاری کہنے لگا۔ کہ اے کدبانو میں تجھے ہر ایک شب رخصت کرتا ہوں۔ اور خدا سے چاہتا ہوں۔ کہ تو اپنے یار غمگسار سے ملے۔ تو آپ ہی توقف کرتی ہے۔ جو نہیں جاتی۔ نہ معلوم تیرے نصیب کیسے ہیں۔ جو برگشتہ رہتے ہیں۔ اب بسم اللہ دیر نہ کرو۔ جاؤ اور اپنے یار کو گلے لگاؤ۔ پر ایک بات یاد

رکھنا۔ کسی دشمن کا اعتبار نہ کرنا۔ اور نہ ہی وہ صدمہ تجھ پر گذریگا۔ جو اس امیر زادے پر سانپ کے سبب سے گذرا۔ خجستہ نے پوچھا۔ اس کی حکایت بیان کر۔

حکایت:۔ طوطے نے کہا۔ کہ کسی دن ایک امیر کسی جنگل میں شکار کھیلنے گیا تھا۔ اور ایک کالا سانپ کہیں بھاگا ہوا نہایت بدحواسی سے اس کے پاس آیا۔ اور کہنے لگا اے امیرزادے اپنے خدا کے واسطے مجھے جگہ دے۔ کہ میں چھپ جاؤں۔ اور تجھے دعا دوں۔ امیرزادے نے پوچھا کہ اس قدر تو کیوں گھبراتا ہے۔ خیر تو ہے سانپ نے کہا۔ کہ دشمن میرا میرے پیچھے مارنے کو آتا ہے۔ ہاتھ میں لاٹھی لئے ہوئے تو مجھے چھپا رکھ۔ امیرزادے کو یہ بات سنتے ہی اس پر رحم آیا۔ اور اسے اپنی آستین میں چھپا رکھا۔ بعد ایک دم کے وہ شخص بھی ایک موٹا سا بانس لئے ہوئے آیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ ایک کالا سانپ ابھی میرے آگے آگے ادھر کو آیا۔ کسی نے اسے دیکھا ہو تو بتادے میں اس کا اس بانس سے سر پھوڑونگا۔ اور اپنے گھر کی راہ لونگا۔

یہ سن کر امیرزادے نے کہا۔ کہ بھائی میں یہاں بڑی دیر سے کھڑا ہوں۔ لیکن میں نے نہیں دیکھا۔ خدا جانے کہاں گیا۔ اور اس نے بھی ڈھونڈا۔ جب کہیں نہ پایا۔ تب اس نے گھر کا رستہ لیا۔ بعد ایک گھڑی کے امیر نے کہا۔ سانپ دشمن تیرا گیا تو بھی جا۔

تب سانپ ہنسا۔ اور کہنے لگا۔ اے امیر اب میں تجھے بے ڈسنے کے نہیں جاتا۔ اور تیری بات کب سنونگا۔ اب بغیر مارنے کے کب یہاں سے ٹلتا ہوں۔ تو نے میرا احوال نہیں دیکھا۔ کہ میں تیرا دشمن ہوں جب تجھکو مارونگا۔ تب جاؤں گا اور تو نہایت احمق معلوم ہوتا ہے۔ جو تو نے مجھ پر رحم کیا۔ اور میرے کہنے پر اعتبار نہ کیا۔ اور اپنی آستین میں رہنے کو جگہ دی۔

امیرزادے نے کہا۔ کہ اے سانپ میں نے تیرے ساتھ بھلائی اور تو میرے ساتھ برائی چاہتا ہے۔ یہ بات مناسب ہے۔

سانپ نے کہا۔ میں نے عقلمندوں سے سنا ہے۔ کہ بدوں کے ساتھ نیکی کرنا ایسا ہے کہ جیسا نیکوں کیساتھ برائی۔ یہ سن کر وہ ڈرا۔ اور اپنے جی میں کہنے لگا۔ کہ اب اسے کیونکر اپنی آستین سے نکالوں۔ اور اپنی جان بچاؤں۔ بعد تامل کے کہنے لگا۔ اے مار سیاہ۔ اور ایک سانپ آتا ہے۔ تو میری آستین سے نکل اور ہم تم دونوں چل کر اسے پوچھیں۔ اگر وہ تیری بات پسند کرے۔ تو پھر جو چاہنا کرنا۔ بارے یہ سخن اس کا اس نے سنا۔ اور اس آستین سے نکل کر اس سانپ کی طرف چلا۔ تب اس نے فرصت پاکر ایک ایسا پتھر اس کے سر پہ مارا کہ مر گیا۔ اور امیر زادہ جیتا اپنے گھر گیا۔

خجستہ نے یہ نقل سن کر کہا۔ اے طوطے میں نے تیرا کہنا قبول کیا۔ اور نصیحت مانی۔ پر تو بھی اسوقت میرا یہ سخن سن کر جلدی مجھے رخصت دے۔ طوطے نے کہا۔ اب ذرا دیر نہ کر۔ اپنے دوست سے مل اور خوشیاں کر۔ کہ بانی یہ سن کر چاہتی تھی۔ کہ جاوے اور اس کو گلے لگاوے۔ کہ اتنے میں صبح ہوئی جانا اس کا اس روز بھی موقوف رہا۔ تب یہ بیت پڑھی اور رونے لگی۔ بیت

اے مرغ سحر آج اگر تجھ کو میں پاؤں　　تو کچا ہی دانتوں سے تیرا گوشت چباؤں

تینتیسویں داستان سپاہی اور سنار کی

جب سورج چھپا اور چاند نکلا خجستہ نہا دھو کر اور تھوڑا سا میوہ کھا اطلس کا پائجامہ مقیش کا آزار بند جالی دار کلیوں پر اطلس کی سنجاف لگا کرتہ جالی کی کرتی بنت کی انگیا بنارسی دوپٹہ مسی کی دھڑی۔ پان کا لاکھا۔ آنکھوں میں سرمہ۔ بالوں میں کنگھی۔ اسی طرح بناؤ سنگار جواہر کے گہنے سے آراستہ ہو کر ایسی بنی ٹھنی کہ احوال اس گھڑی کا بیان نہیں کیا جاتا۔ موافق اس کے تھا۔

مہر حسن وہ کنگھی کچھی یوں صفائی کے ساتھ　　ہوئی رشک سے جس کے دو ٹکڑے رات

صفائی یہ پوشاک کی دیکھ لو　　نظر سورج میں ہے کہ میلی نہ ہو

اس بانکپن سے اٹھی اور طوطے پاس رخصت لینے گئی۔ کہ اے محرم راز وائے دم ساز گر آج میرے حال پر رحم کرے اور رخصت دے تو میں جب تک جیتی رہونگی تب تک تیرے باراحسان سے سر نہ اٹھاؤنگی۔ کیونکہ ایک درد ایسا بیقراری کا پہلو سے اٹھتا ہے۔ کہ حال میرا بیحال ہوا جاتا ہے

اشعار۔ آنکھیں نہیں مندتی ہیں کہ ہر دل کو تعجب ہے　　یا رب دل حیراں کو مرے کس کی طلب ہے

بیتابی ہیم سے نہیں چین جو م　　پھر کیا جانئے کیا دلکو مرے درد کڈھب ہے

طوطا کہنے لگا۔ مبارک ہو تشریف لے جائیے۔ پر یہ بات یاد رکھنا کہ جس سے چاہنا آشنائی کرنا مگر اپنے دل کا راز کسی سے نہ کہنا۔ نہیں تو یہ بات تیری کھل جاویگی۔ اور ہلاکت کے قریب پہنچیگی جس صورت سے اس زرگر نے جورو سے احوال کہا۔ اور مارا گیا۔ خجستہ نے پوچھا اسکی حکومت کیونکر ہے بتا

حکایت:۔ طوطا کہنے لگا۔ کسی شہر میں ایک سنار نہایت مالدار تھا۔ ایک سپاہی سے دلی محبت رکھتا تھا۔ اور اسکو اپنے آشناؤں میں سے جانتا تھا۔ اتفاقاً اس سپاہی نے ایک تھیلی اشرفیوں کی بھری ہوئی کہیں سے پائی۔ اور اسکو نہایت خوشی حاصل ہوئی۔ اس کو گنا تو سوا سو اشرفی تھی کہنے لگا۔ میرے نجت اچھے تھے۔ بے رنج و محنت پایا۔ وہ تھیلی سنار کو سونپی کہ بھئی اسے امانت رکھو بعد

کئی دن کے سپاہی نے سنار سے تھیلی چاہی - وہ کہنے لگا - اے سپاہی تو نے مجھ سے کس لیے آشنائی کی تھی کہ تہمت لگاوے - اور مجھے چور بناوے بھائی تھیلی تو نے مجھے کب دی تھی - تو جھوٹ کہتا ہے - کیا اب تو یہاں سے جا اور کسی بڑے مالدار پر تہمت لگا جسکے سبب سے کچھ مزا اٹھاوے اور غریب کے سنانے سے کیا ہوتا ہے - میں تجھے اپنا دوست جانتا تھا - یہ کب معلوم ہوا کہ تو دشمن تھا - اب جھوٹ سچ لگا کر مجھ سے مال لینا چاہتا ہے - مثل: مشہور ہے الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے - جھوٹے کے آگے سچا رو مرے -

آخر اس سپاہی نے ناچاری قاضی کے پاس جا کر فریاد کی - اور حقیقت ہو بہو اس سے کہی جب قاضی نے اس سے پوچھا کہ اس بات کا کوئی گواہ ہے - اس نے کہا حضرت سلامت گواہ تو کوئی نہیں قاضی نے اپنی عقل سے معلوم کیا - یہ قوم سنار دغاباز ہے - کچھ تعجب نہیں کہ اس سنار نے خواہ مخواہ دغابازی کی ہوگی -

اعتماد پر قاضی نے سنار اور اس کی جورو کو بلایا اور ہر چند دم دلاسا دیکر پوچھا - لیکن انہوں نے سوا انکار کے ہرگز اقرار نہ کیا - تب قاضی نے کہا - میں خوب جانتا ہوں مقرر تو نے اس کی تھیلی اڑالی ہے - جب تک تو اسکی تھیلی نہ دیگا - تب تک تجھ کو نہ چھوڑونگا - یہ کہہ کر قاضی نے گھر کی راہ لی - اور دو شخصوں کو ایک صندوق میں بند کیا - اور اس صندوق کو کوٹھی میں رکھ دیا - پھر باہر نکل کر سنار سے کہا - کیا تو اس کا زر دینا قبول نہ کریگا - تو میں تجھ کو مار ڈالونگا - یہ کہہ کر ان دونوں کو کوٹھڑی میں بند کیا - اور فرمایا کہ صبح کو بعد نماز کے تمہیں قتل کرونگا -

یہ کہہ کر قاضی صاحب اندر گئے - اور وہ بھی دونوں اسی جگہ قید رہے - جب آدھی رات گذری - تب اسکی عورت نے کہا - اگر تو نے اسکی تھیلی ہے - تو مجھے بتادے - کہاں رکھی ہے اور نہیں اس تھیلی کے ساتھ ہماری بھی جان جاوے گی - یہ قاضی بغیر تھیلی لیے ہم کو ہرگز نہ جیتا چھوڑیگا -

تب اس سنار نے کہا کہ فلانی جگہ میری چارپائی بچھی ہے - وہیں وہ تھیلی گڑی ہے - یہ بات ان دونوں شخصوں سے جو قاضی صاحب نے دریافت کی - اس سنار اور اس کی جورو کیساتھ کوٹھڑی میں سپاہی اور سپاہی کی جورو کو بند کیا ہوا تھا - تو انہوں نے سنار اور سنار کی جورو کی باتیں اپنے کانوں سے سنی تھی -

اتنے میں صبح ہوئی تو قاضی نے ان چاروں کو کچہری میں بلوایا - اور ان دونوں شخصوں سے پوچھا - کہ سچ کہو کہ رات کو ان دونوں نے آپس میں کیا کیا باتیں کیں - تب قسم کھائی - سپاہی نے جو

سناتھا۔ سو کہہ دیا۔ قاضی نے وہ پٹیلی اس جگہ سے اپنے دوستوں کے ہاتھ اسی دم منگوا کر سپاہی کے حوالہ کی اور سنار کو سولی دی اور اس کی جورو بچوں کو چھوڑ دیا۔

طوطے نے یہ سن کر خجستہ سے کہا۔ کہ زرگر اپنا احوال اپنی جورو سے نہ کہتا۔ تو مارا نہ جاتا۔ خیر اب جلد سدھاریئے۔ اور اپنے معشوق سے مل کر مزا جوانی کا اٹھایئے۔ خجستہ نے یہ سنتے ہی چاہا کہ اپنے تئیں اس کے پاس پہنچائے۔ اور اس کو اپنے گلے سے لگادے۔ اتنے میں صبح ہوگئی جانا اس کا اس روز بھی موقوف رہا۔ تب یہ بیت پڑھی اور رونے لگی۔ بیت

وصل کی رات سحر سے چھوٹے شب ہجر کی خدا نے دکھلادے

تنتیسویں داستان سوداگر مالدار کی کہ بسبب خیرات اسکا مقصود حاصل ہوا

جب سورج چھپا اور چاند نکلا۔ خجستہ جواہر پہنے طوطے کے پاس رخصت لینے گئی۔ اور کہنے لگی کہ اے طوطے تیرے قربان جاؤں۔ مجھ پر رحم کر اور رخصت کر۔ کیونکہ آج پھر کچھ میرا جی گھبراتا ہے۔ اور دل ٹکڑے ٹکڑے ہوا جاتا ہے۔ بیت

یاد میں تڑپے ہے دل ابروئے خمدار کی آج کچھ نا خوش بدل ہے آہ اس بیمار کی

میں چاہتی ہوں۔ کہ آدھی رات کو اس کے پاس جاؤں۔ مگر تو اس وقت ایک چھوٹی حکایت سی مجھ کو سنا۔

حکایت:۔ طوطے نے کہا۔ اے خجستہ کسی شہر میں ایک بڑا سوداگر مالدار تھا۔ لیکن بے اولاد تھا۔ ایک بات اس کے دل میں آئی اور اپنے جی میں کہنے لگا۔ اگرچہ میں نے اس جہان میں دولت بیشمار پیدا کی پر کچھ حاصل نہیں ہوا۔ کس واسطے کہ ایک بھی لڑکا نہ ہوا۔ جو بعد میرے اس گھر کو روشن کرتا اور اس دولت کو اپنے قبضے میں لاتا۔ اور اپنے جد امجد کا نام روشن کرتا۔ افسوس ہزار افسوس۔ ؎

کسی کی طرف سے نہیں مجھکو غم مگر ایک اولاد کا ہے الم

خیر اب یہی بہتر ہے۔ کہ اپنے جیتے جی اس زر بے بنیاد بنام مولا لٹا دوں اور فقیر و غریب درویشوں کو کھلا دوں۔ اور آپ فقیر ہو کر یاد الٰہی میں مشغول رہوں۔ میر درد

اہل فنا کو نام ہے ہستی سے ننگ ہے لوح مزار بھی مری چھاتی پہ سنگ ہے

یہ بات اپنے جی ٹھہرا کر گریبان کو مثل گل چاک کر ڈالا۔ اور یہاں تک زر نقد صبح سے شام تک اس نے لٹایا۔ کہ ہر ایک غریب و فقیر غنی ہوگیا۔ اور آپ ایک ٹوٹے سے بوریئے پر لنگوٹ کھینچ کر اسی طرح

سے بھوکا پیاسا پڑا رہا۔ اسی شب کو بعد آدھی رات کے کیا خواب دیکھتا ہے۔ کہ ایک شخص اجنبی سا اسکے سامنے کھڑا ہے۔ اس نے اس سے پوچھا کہ اے عزیز! تو کون ہے۔ وہ بولا میں اصل میں صورت تیرے بخت کی ہوں۔ تو نے جو آج مال و اسباب خدا کی راہ میں خیرات کیا۔ اور کچھ اپنے واسطے نہ رکھا۔ اسواسطے میں کہنے آیا ہوں۔ کہ کل صبح کو برہمن کی صورت بن کر تیرے پاس آؤنگا۔ تو مجھے مارے لاٹھیوں کے مار ڈالیو۔ جس گھڑی ہمیرا دم بدن سے نکلیگا۔ تمام سونیکا بن جاؤنگا۔ جس عضو کو تو چاہنا کاٹ لینا۔ وہ عضو پھر اسی وقت درست ہو جاویگا۔ اور تیرے ہاتھ بہت سا زر لگے گا۔

یہ بات اس کا نصیب کہہ کر ادہر گیا۔ اور ادہر صبح کو جب اسکی آنکھ کھلی سوائے اپنے اور بوریئے کے اور کچھ نہ پایا۔ اپنے دل میں متعجب ہو کر کہنے لگا۔ کہ الٰہی میں نے یہ کیا خواب دیکھا ہے۔ اور تعبیر اسکی خدا جانے کیا ہے۔ مجھے معلوم نہیں۔ تو کریم کارساز ہے۔ تو جو چاہے سو کرے۔

آخر وہ اسی حیرانی میں تھا۔ کہ حجام اپنی کسبت بغل میں دبائے ہوئے اس کی طرف سے نکلا۔ تو اسنے پکار لیا۔ اور اپنے سر کو منڈوالیا اور اس برہمن کو لاٹھیاں مارنے لگا۔ اور اس کو یہاں تک مارا۔ کہ وہ اپنے جینے سے بیزار ہو کر مر گیا۔ اور زمین پر گر پڑا۔ اور ایک پتلا سرخ دھات یعنی سونے کا ہو گیا۔ سوداگر نے اس پتلا کو اپنے گھر رکھا۔ اور تھوڑا سا سونا نائی کو دیکر کہنے لگا۔ کہ تو یہ بات زینہار کسی شخص سے زینہار نہ کہنا۔ وہ استاد اپنے دل میں بہت خوش ہوا۔ کہ یہ نسخہ کیمیا کا ہے۔ حقتعالے نے اچھا دیا۔ اور مفت دیا۔

غرض اس سونے کو بغل میں دبا کر جلدی جلدی اپنے گھر کی طرف آیا۔ اور ایک لاٹھی موٹی سی ہاتھ میں لیکر دروازہ پر برہمن کی تاک میں بیٹھ رہا۔ اگر کوئی برہمن ادہر سے آوے تو اسے مار بیٹھے۔ اور سونا بنوائیے۔
اتنے میں ایک گروہ برہمنوں کا ادہر آنکلا۔ اُس نے ان سب کو اپنے گھر میں بلایا۔ اور ان کی ضیافت کی۔ بعد ایک گھڑی کے ایک لاٹھی موٹی سی اٹھا کر ان کو بے اختیار مارنا شروع کیا۔ اور یہاں تک مارا۔ کہ ان برہمنوں کے بھوت بھاگ گئے۔ اور وہ تمام لہولہان ہو گئے۔

تب وہ سب کے سب برہمن غل مچانے لگے۔ کہ کوئی ہے۔ کہ خدائے تعالے کیواسطے ہمارا چھڑانے کو آوے۔ نہیں تو ہم اس حجام کے ہاتھ سے مفت مارے جاتے ہیں۔ یہ سن کر محلے والوں نے دوڑنا شروع کیا۔ اور نائی کو باندھ کر حاکم کے پاس لیگئے۔ اور کہنے لگے خداوند دیکھئے۔ ہم اب اس زمانہ میں مرتے ہیں اور آپ کے زمانہ میں نائی برہمنوں کا خون کرتے ہیں۔ حاکم نے حجام سے پوچھا۔ کہ تو نے کس تقصیر پر ان غریبوں کو مارا۔ اور کس خطا پر ان بیچاروں کا سر توڑا۔ اس نے کہا۔ کہ حضرت سلامت میں آج فجر کو فلانے

سوداگر کے گھر اس جگہ نہانے گیا تھا۔ میرے سامنے ہی ایک برہمن اس کے پاس آیا۔ اور اسنے دو چار لاٹھیاں اسے ماریں۔ اور مرتے ہی سونا ہو گیا۔ میں نے معلوم کیا۔ کہ اگر کوئی برہمنوں کو لکڑیوں سے مارے۔ تو وہ سونا ہو جاوے۔

میں نے بھی اپنے اس طمع پر ان برہمنوں کو مارا۔ کہ شائد وہ سونا ہو جاویں گے۔ مگر ان میں سے کوئی برہمن زر دہ نہ ہوا۔ بلکہ اور فتنہ برپا ہوا۔ یہ خطا مجھ سے ہوئی۔ جو طبیعت چاہے۔ سو کیجئے

تب حاکم نے اس سوداگر کو بلوایا۔ اور کہا کہ یہ حجام کیا کہتا ہے۔ سنو اور جو احوال ہو سچ کہو۔ میں نے یوں سنا ہے۔ کہ تم نے آج ایک برہمن کو مار کر سونا بنایا ہے۔ اور یہ نائی بھی کئی برہمنوں کو ادھ مرا کر کے کشتہ کیا چاہتا تھا۔ اس نے کہا۔ بندہ نواز یہ میرا نوکر ہے۔ آج کئی دن سے دیوانوں کی طرح سے پھرتا ہے جسے چاہتا ہے۔ اسے مارتا ہے اور ہر ایک گلی کوچہ میں بلکہ تمام شہر میں غل مچاتا پھرتا ہے۔ مجھ کو اس سے کیا۔ **مثل مشہور ہے۔** جس کا خون اس گردن پر آپ حاکم ہیں۔ جو مناسب ہو وہ کیجئے۔ میں کس واسطے کسی کو ماروں گا۔ حاکم نے اس کا کہنا یاد رکھنا۔ اور ان بھولوں کو دم دلاسا دیکر رخصت کیا پھر اس حجام کو سزا دی۔

طوطے نے یہ کہانی تمام کر کے خجستہ سے کہا۔ کہ اگر تجھے جانا ہے تو جا کیونکہ اب وقت آخر ہے۔ اور نہیں۔ تو کل سر شام سے چلا جانا۔ کدبانو نے یہ سنتے ہی چاہا کہ جاوے۔ اور اپنے دلبر سے ملے۔ اتنے میں صبح صادق ہو گئی۔ اور مرغ نے بانگ دی۔ جانا اسکا اس روز بھی موقوف رہا۔ تب یہ بیت پڑھی۔ اور رونے لگی۔ **بیت**

ہجراں کے شب و روز کا اک طرفہ الم ہے
شب گذرے ہے اندوہ میں دن دل کو بھی غم ہے

چوتیسویں داستان مینڈک اور زنبور اور مرغ کی جنھوں نے متفق ہو کر ہاتھی کو مار ڈالا

جب سورج چھپا اور چاند نکلا خجستہ رخصت لینے طوطے کے پاس گئی۔ اور کہنے لگی۔ کہ اے طوطے تو کچھ میرے بھی احوال سے واقف ہے۔ کہ اب دن بدن ناتواں ہوتی جاتی ہوں اور رنگ میرا نقاہت سے زرد ہوتا جاتا ہے۔ اور جہان کی کسی چیز پہ دل نہیں لگتا۔ اور کسی سے بولنے یا بات کرنے کو دل نہیں چاہتا۔ **بیت**

تجھ بن اب غم سے فرصت اک ذرا بھی نہیں ۔۔۔ دامن سے منہ ڈھانکے رکھنا رونا بھی کچھ بات نہیں

سبب کیا کہ دل سے تعلق ہے سب ۔۔۔ نہ ہو دل تو پھر بات بھی ہے غضب

طوطا کہنے لگا۔ کہ اے کدبانو تو اپنے دل میں کچھ اندیشہ نہ کر۔ اور اپنے دل میں ناامیدی کو راہ نہ دے۔ خداوند کریم سے نظر رکھ کہ وہ مسبب الاسباب ہے۔ دعا تیری ضرور قبول فرمائیگا۔ اور تمنائے دلی بر لائیگا۔

بیت

نہ کرنا کبھی یاس کی گفتگو ۔۔۔ کہ قرآن میں آیا ہے لاتقنطو

اب میں تیرے کام کی سعی کرتا ہوں۔ تو کس واسطے اپنی جوانی کو جلاتی ہے۔ اور تو کیوں آنسوؤں سے دامن بھگوتی ہے۔ اے بیقرار تیرے دوست کے پاس تجھے پہنچاؤں۔ خجستہ کہنے لگی اے پیارے کیا تعجب ہے۔ کہ ہم دونوں ایک دل ہو کر کوشش کرتے ہیں۔ اس پر بھی یہ کام سرانجام نہیں ہوتا۔ یہ حکمت الہی ہے۔ اور میرے نصیب کیسے برگشتہ ہیں۔ کہ آنکھوں میں آنسو بھرے رہتے ہیں۔ ہیہات ہیہات

طوطا یہ سن کر کہنے لگا۔ کہ اے خجستہ یہ کیا کہتی ہے۔ تو نے نہیں سنا۔ کہ مینڈک اور زنبور اور مرغ ہر ایک آپس میں ہم جنس متفق ہوئے۔ اور ہاتھی کو مار ڈالا۔ باوجود اس کے کہ وہ بڑا ہیبت ناک جانور تھا یہ بڑا کونسا کام ہے۔ کہ وہ ہم سے اور تم سے نہ ہو سکے گا۔ انشاءاللہ تعالی اب بہت قریب ہے۔ کہ تو اپنے یار سے ملے گی۔ اور چین کرے گی۔ خجستہ نے جواب دیا۔ کہ تیرے منہ میں گھی اور شکر خدا تعالی تجھ کو خوش رکھے جو تو ایسی باتیں کر کے میرا دل بہلاتا ہے۔ پر ان کی نقل کیونکر ہے۔ بیان کر۔

حکایت:۔ طوطا کہنے لگا۔ کہ کسی شہر میں ایک درخت تھا۔ اور اس کی ڈالیاں گنجان تھیں۔ اس پر ایک شکر خورے کا جوڑا رہتا تھا۔ اتفاقاً اس نے انڈے دیئے تو ناگاہ ایک بیل مست اس جگہ پہنچا۔ اور اس درخت سے اپنی پیٹھ رگڑنے لگا۔ اس کے صدمے سے وہ درخت جو ہلا۔ تو انڈے گر پڑے تب وہ شکر خوارہ ڈر کے مارے اپنی مادہ کو چھوڑ کر ایک اور کسی درخت پر جا بیٹھا اور آہ وزاری کرنے لگا مثل مشہور ہے۔ کہ بلی کے آگے چوہے کا کیا بس چلے۔

لیکن اپنے جی میں کہتا تھا۔ کہ ایسے دشمن زبردست سے بدلہ کس طرح سے لینا چاہیئے۔ یہ خیال کر کے اپنے دوست کے پاس گیا۔ کہ جس سے مرغ دارانہ لوگ کہتے ہیں۔ اور احوال گذرا ہوا سب اس کے آگے بیان کیا۔ کہ بھائی ناحق ایک فیل نے میرا اوپر ظلم کیا ہے۔ کہ بیان نہیں کر سکتا۔ کچھ نہ کچھ ایسی تدبیر کرنی چاہیئے۔ کہ وہ مارا جائے اور اپنی داد کو پہنچوں۔ میرا بدلہ اس سے لے۔ کیونکہ تو میرا دوست ہے۔ اور دوست وقت پر کام آتے ہیں۔ اس نے کہا۔ بھائی ہاتھی کا مارنا بہت دشوار ہے۔ مجھ اکیلے

سے نہ ہو سکے گا۔ مگر زنبور ہے۔ میں اس کو نہایت دوست سمجھتا ہوں۔ اور مجھ سے نہایت ملتا ہے اس سے مشورہ کرنا چاہیئے۔ وہ جو کچھ کہے اس پر عمل کرنا۔

غرض ان دونوں نے اپنے تئیں اس کے پاس پہنچایا۔ اور یہ تمام احوال ظاہر کیا۔ اس زنبور نے یہ بات سن کر شکر خورے پر ترس کھایا۔ اور کہا کہ میں ایک مدت سے دوستوں کے کام پر کمر باندھے پرتا ہوں۔ مگر ساتھ ایک غوک کے بخوبی تمام آشنائی رکھتا ہوں۔ اور وہ اپنی قوم کے لشکر کا سردار بھی ہے۔ اس سے اس بات کو جا کر سنانا چاہیئے۔ پھر وہ جو کہے اس کے کہنے پر عمل کیجئے کیونکہ اس کی تدبیر بھی خطا نہیں کرے گی۔

بہر صورت ان تینوں نے اپنے تئیں اس مینڈک کے پاس پہنچایا۔ اور اس احوال کو مو بمو اس کے آگے ظاہر کیا۔ اور اس سے مدد چاہی۔

تب غوک نے شکر خورے کے احوال پر اور انڈوں کے پھوٹنے پر بھی رحم کھایا۔ اور کہا۔ اے شکر خورے تو خاطر جمع رکھ۔ مجھ کو بھی اس کے مارنے کی ایک حکمت سوجھی ہے۔ جس سے پہاڑ لپیٹ کرتے ہیں۔ وہ کیا چیز ہے۔ وہ تدبیر یہ ہے۔ کہ پہلے زنبور اس کے پاس جائے اور اپنی آواز دلچسپ اس کو سنائے اور فیل کو مست کرے۔ جب وہ مستی پر آوے۔ تب یہ مرغ ذرا لڑک اپنی چونچ سے اس کی آنکھ نکالے کہ جہاں روشن اسکی آنکھیں ہیں تاریک ہو جاویں۔

پھر بعد کئی دن کے جب وہ مارے پیاس کے تنگ ہو گا۔ تب میں اس کے آگے بولنا شروع کرونگا۔ تو وہ معلوم کرے گا۔ کہ جس جگہ مینڈک بولتا ہے۔ وہاں ضرور پانی ہوتا ہے۔ اس شبہ سے وہ قدم آگے بڑھائیگا۔ اور میں پچھلے پاؤں ہٹوں گا۔ اسی طرح سے آہستہ آہستہ بہلائے جاؤنگا۔ اور ایک غار میں گراؤں گا۔ پھر اس کی آواز کوئی بھی نہ سنے گا۔ اور وہ بھی وہاں سے قیامت تک نہ نکل سکے گا۔ آپ ہی آپ یک بہ یک مارے بھوک اور پیاس کے مر جائے گا۔

آخر کار اسی بات پر ہر ایک آپس میں متفق ہوئے۔ اور اسی حکمت سے اس ہاتھی کو ہلاک کیا۔

طوطے نے یہ سخن تمام کر کے کہا۔ کہ اے خجستہ ان دو تین جانوروں نے جو اپنی نہایت معمولی ہمت باندھی۔ تو ایسے زبردست ہاتھی کو مار ڈالا۔ اور اپنا بدلہ لیا۔ تو کیوں ٹھنڈی ٹھنڈی آہ بھرتی ہے۔ ہم دونوں شخص ہمت باندھیں گے۔ تو کیا دخل ہے جو کام نہ ہو

جو کام نہ ہو۔
تو نے نہیں سنا۔ کہ ہمت کار ہا دا رد جو ڈھونڈ ہے گا۔ سو پاوے گا۔ بی بی خوش ہو اب جا۔ اور اس سے مل۔
خجستہ نے یہ سنتے ہی چاہا کہ جاوے۔ اور اسے اپنے گلے لگاوے۔ کہ اتنے میں پو پھٹی۔ اور مرغ نے بانگ دی۔ اس کا جانا اس روز بھی موقوف رہا۔ تب یہ بیت پڑھی۔ اور رونے لگی۔ ؎

اس سحر کی ولا عداوت ہے — شام ہوتی نظر نہیں آتی

پینتیسویں داستان کہ چین کے بادشاہ کا شہزادی روم پر عاشق ہونا اور اس کو اپنے نکاح میں لانا

جب سورج چھپا۔ اور چاند نکلا۔ تب آنکھیں سرخ۔ رنگ زرد۔ ہونٹھ نیلے۔ منہ پریشان۔ چاک گریبان آہ سرد۔ کپڑے پہنے۔ حالت سوگواری کی سی صورت بنائے ہوئے طوطے کے پاس رخصت لینے گئی۔ اور کہنے لگی۔ کہ اے طوطے میں نے اکثر بزرگوں کی زبان سے سنا ہے۔ کہ ایک شخص نے کسی دانا سے جاکر پوچھا۔ کہ عشق کیا چیز ہے۔ تب اس نے کہا۔ کہ عشق کو ملک الموت کہتے ہیں۔ اور جاننے والے اس کو آفت ناگہانی کہتے ہیں۔ **بیت**

عشق جس کے تئیں ستاتا ہے — وہ بیچارہ جہاں سے جاتا ہے

اور میرا احوال اس کمبخت نے یہاں تک پہنچایا ہے۔ کہ میرا جی ہی جانتا ہے
اب کے بھٹ پڑے وہ سونا جس سے ٹوٹے کان۔
طوطا کہنے لگا۔ اے خجستہ کہنے میں اور کرنے میں بڑا فرق ہے۔ یہ کیا کہتی ہے۔ عاشق کو صبر سے کیا نسبت اور بیماری کو آہ وزاری سے کیا فرصت۔ **بیت**

جسے عشق کا تیر بھاری لگے
اُسے زندگی جگ میں بھاری لگے

اگر عاشق معشوق نہ رہتے۔ تو کوئی کسی پہ نہ مرتا۔ اور وہ بھی بادشاہزادی اپنا بیاہ نہ کرتی۔ کیونکہ وہ ایک مدت تک مرد کے نام سے بیزار تھی آخر بے شوہر نہ رہی اور خصم کر ہی

بیٹھی۔ خجستہ نے پوچھا۔ کہ اس کی داستان کیونکر ہے۔ بیان کر۔

حکایت:۔ طوطا کہنے لگا۔ کہ کسی وقت میں ایک چین کا بادشاہ تھا۔ نہایت ہی عمدہ وہ بادشاہ ایک وزیر عقلمند اور دانا رکھتا تھا۔ اتفاقاً وہ ایک دن اپنے محل میں بے خبر سوتا تھا۔ اتنے میں اس کے وزیر کو کچھ ایسے ہی ایک کام اہم میں مصلحت کرنی ضرور پڑی۔ اس وجہ سے اس نے اپنے بادشاہ کو آکر بیدار کیا۔ اور وہ چونکتے ہی نیمچہ کھینچ کر اس کے پیچھے دوڑا اور وزیر اس کے آگے سے بھاگ کر کسی شہر میں جاکر چھپ رہا۔ تب یہ طیش میں بھرا ہوا اپنے تخت پر جا بیٹھا۔ اور مونچھوں پر تاؤ دینے لگا۔ اور ہاتھ زانو پر مارتا تھا۔ اور جامہ گلے کا پھاڑتا تھا۔ بے اختیار ہو ہو کر غل مچاتا تھا۔ ارکان دولت نے عرض کی۔ جہاں پناہ! آپ کو کیا ہوا۔ جو آپ سے خلاف وضع حرکات ظہور میں آتی ہیں۔ ان خانہ زادوں کا معلوم نہیں ہوتا۔ اور وزیر نے ایسی کیا تقصیر کی ہے۔ کہ جس کے واسطے قبلہ عالم نے اتنی تکلیف کھینچی ہے کچھ ارشاد ہوتا کہ اور لوگ ایسی بے ادبی سے باز رہیں۔ نمک حلالی پر کمر باندھیں۔

تب بادشاہ نے ان پر رحم کھایا۔ اور فرمایا کہ بھائی میں ابھی سوتے سوتے کیا خواب دیکھتا ہوں۔ کہ میں کسی بادشاہت میں گیا ہوں۔ اور وہاں کی شہزادی سے اختلاط کرتا ہوں۔ وہ کبھی میرے ہاتھ کی بلائیں لیتی ہے۔ اور میں کبھی اس کے پاؤں پر اپنا سر رکھتا ہوں۔ اور چاہتا ہوں۔ کہ کچھ حظ دنیاوی اٹھاؤں اتنے میں اس وزیر کم بخت نے آکر خواہ مخواہ مجھکو جگایا۔ اور زندگی سے بے مزا کیا۔ اس بات کو سن کر انہوں نے عرض کی۔ کہ خداوند وہ شہزادی کسی پر مائل ہے۔ تب بادشاہ نے ایک آہ کھینچی۔ اور یہ قطعہ پڑھا۔ اشعار

تعلق سے چھڑا دے شاد کر دے — الٰہی اب مجھے آزاد کر دے
میری شیریں دہن کی کچھ نہ پوچھو — جسے چاہے اسے فرہاد کر دے

اتفاقاً بادشاہ کے وزیروں میں سے ایک وزیر مصوری خوب جانتا تھا۔ اس نے بموجب فرمائش بادشاہ کے اس شہزادی کی شکل کے موافق ایک تصویر کھینچی۔ اور آپ ایک گذرگاہ میں جا بیٹھا اور جو کوئی ادھر ادھر سے مسافر دور دراز کے راستے سے آتا تھا۔ تو یہ اس سے پوچھتا تھا۔ کہ تو نے اس صورت کی کہیں عورت دیکھی ہے۔ تو خبر کر دے یا نشانی ہو۔ تو کہدے پر کوئی شخص اسکا جواب نہ دیتا تھا۔

اتفاقاً بعد ایک مدت کے کسی طرف سے ایک سیاح وہاں آنکلا۔ اور اس کے پاس بیٹھ کر کچھ ناشتہ کرنے لگا۔ جب اس وزیر نے اسے تصویر دکھائی۔ اور یہ بات کہی کہ اے سیاح! سچ کہہ کہ تو نے کہیں اس شکل کی رنڈی دیکھی ہے۔ تب اس درویش نے کہا۔ کہ بابا میں اس سے خوب واقف ہوں۔ یہ روم کی شہزادی ہے۔ باوجود اس

حسن کے آج تلک اس نے کسی کو شوہر نہیں۔ کیا مرد کے نام سے خفا ہوتی ہے۔ سبب یہ ہے کہ کسی واقف میں وہ شاہزادی بارہ دری میں بیٹھی ہوئی باغ کی سیر کرتی تھی۔ اس باغ میں ایک طاؤس کے جوڑے نے کسی درخت پر انڈے دیئے تھے۔ اور آپس میں سلے ہوئے ان انڈوں کو سیتے تھے۔ اتنے میں اس گلستان کو یکایک آگ لگی۔ یہاں تک کہ تمام درخت وگل جل گئے۔ جب اس طاؤس کو آگ لگی برداشت نہ رہی۔

تب ناچار مادہ کو وہیں چھوڑ کر آپ نے آشیانہ سے پرواز کیا۔ اور اس کی مورنی نے ہر چند کہا۔ اے مور! اس وقت مجھے اس آفت میں نہ چھوڑ۔ اگر تو میری الفت نہیں رکھتا۔ تو ان بچوں کی الفت میں رہ۔ اس نے ہرگز اس کا کہنا نہ مانا۔ اور وہاں سے اڑ ہی گیا۔ اور مورنی مادرِ محبت کے انڈوں پر سے نہ اٹھی۔ اور وہیں جل کر راکھ ہوگئی۔

شاہزادی نے جس روز سے یہ بے وفائی نر کی دیکھی ہے۔ اس دن سے تا حال مرد سے نفرت کرتی ہے۔ اور مرد کا نام نہیں لیتی۔ وزیر اس بات سے نہایت ہی خوش ہوا۔ اور جا کر اپنے بادشاہ سے عرض کی۔ کہ جہاں پناہ! آپ نے جس شہزادی کو خواب میں دیکھا تھا۔ وہیں اس کی تصویر کھینچ کر برسر راہ بیٹھ رہا تھا۔ جو کوئی ادہر سے گزرتا تھا۔ میں اسے تصویر دکھاتا تھا۔ اور میں اس کا نشان پوچھتا تھا۔ بارے آج ایک فقیر سیاح کہیں سے جو آیا۔ تو میں نے یہ تصویر اس کو دکھائی۔ اس نے دیکھتے ہی کہا۔ کہ روم کی شہزادی کی تصویر ہے۔ بادشاہ اس مژدہ سے بہت خوش ہوا۔ اور کہنے لگا۔ کہ اے وزیر! آج کسی آدمی کو شہر روم میں بھیجو۔ کہ وہ اس ملکہ کی خواب نگاہ کرے۔ وزیر نے جناب بادشاہ میں عرض کی۔ کہ اگر حکم ہو۔ تو میں جاؤں۔ اور تصویر خداوندی کی دکھاؤں۔ جس صورت سے آپ اس کی تصویر کو خواب میں دیکھ کر عاشق ہوئے ہیں۔ وہ بھی اسی طرح سے ظاہر آپ کی صورت دیکھ کر شیفتہ ہوگی۔

آخر کار وزیر حضور سے رخصت ہوا۔ اور اس ملک میں جا پہنچا اور اپنے تئیں مصور وہاں میں مشہور کیا۔ یہ خبر ملکہ کو پہنچی کہ مصور تمہارے شہر میں لاثانی ہے۔ کہ اب دیکھا نہ سنا تب یہ سن کر شہزادی نے کہا۔ کہ اس کو ہمارے پاس لے آؤ۔ کہ وہ ہمارے محل میں نقش ونگار کرے۔ اور جیسی تصویریں اس کا جی چاہے۔ ویسی کھینچے۔ حاصل کلام وزیر اس کے محل میں گیا۔ اور اپنے ہی بادشاہ کی تصویر مع شکار گاہ اس کے محل میں کھینچی۔

شاہزادی نے جو نقش نگارہ اور تصویرات کو دیکھا۔ تو متعجب ہو کر کہنے لگی۔ کہ یہ تصویر کس کی ہے اور یہ کونسی جگہ ہے۔ تب اُس نے عرض کی۔ کہ شہزادی یہ تصویر چین کے بادشاہ کی ہے۔ اور یہ شکارگاہ اس کے رتبہ کے مشابہ ہے۔ اور یہ جانور اور ہرن کے بچے انہیں جانوروں کی ہیئت رکھتے ہیں۔

ایک دن بادشاہ اپنے بالاخانہ پر بیٹھا ہُوا صحرا کی سیر کر رہا ہے۔ اتنے میں ایک طرف سے ایسا سیلاب آیا۔ کہ جس میں ایک جوڑا ہرن کا بھی اپنے بچوں سمیت کسی درخت کے نیچے بیٹھا سیلاب کو دیکھتے ہی ہرنی اپنی جان کی وحشت سے بچوں کو لئے ہوئے ہرن کو چھوڑ بے دردوں کی طرح بھاگی۔ ہرن نے ہر چند پکارا۔ کہ اے ہرنی یہ وقت بے وفائی کا نہیں ہے۔ ایک دم بھر مجھے مت چھوڑ۔ اور ان بچوں پر رحم کر۔ ان سے منہ نہ موڑ۔ اس نے یہ بات ہرن کی مطلق نہ سُنی۔ اور کیا جانئے آپ کہاں گئی۔ اور وہ ہرن مارے الفت کے جدا نہ ہُوا۔ آخر کو اسی سیلاب میں بچوں سمیت ڈوب گیا

اے ملکہ جس روز سے بادشاہ نے یہ بے مروتی مادہ کی دیکھی ہے۔ اسی دن سے شادی اپنی نہیں کرتا۔ عورت کے نام سے سوسو کوس بھاگتا ہے۔ ملکہ نے جو یہ بات سنی تو حال تصویر کا اپنی داستان کے مطابق جانا۔ اور کہا۔ اے مصور حال میرا اور اس کا یکساں ہے۔ کیونکہ میں نے مرد کو بے رحم دیکھا۔ اس واسطے مرد سے ہاتھ اٹھایا۔ اور اس نے ہرنی کو دیکھ کر عورت سے کنارا کیا اگر ہماری اس کے ساتھ شادی ہو۔ تو کیا خوب ہو۔ آخر کار دوسرے دن شہزادی نے اپنا وکیل اس کے پاس بھیجا۔ اور نکاح کرنے پر راضی ہوئی۔ طوطے نے جب یہ داستان یہاں تک پہنچائی۔ تو خجستہ سے کہا۔ اے بی بی تو کہتی ہے۔ کہ اس سے دوستی ترک کرونگی۔ اگر یہ بات کسی سے ترک ہوتی تو وہ ملکہ اپنی چین کے بادشاہ سے شادی نہ کرتی۔ خیر اس سخن سے ہاتھ اٹھائیے۔ اور اپنے معشوق سے صحبت عیش گرم کیجئے۔ خجستہ نے یہ سنتے ہی چاہا۔ کہ اپنے تئیں اس کے پاس پہنچا دے اور اسے اپنے گلے لگا دے۔ کہ صبح ہو گئی۔ جانا اس کا موقوف تب یہ بیت پڑھی۔ بیت

کاش کہ رات جی نکل جاتا
اس سحر کو خدا نہ دکھلاتا

چھتیسویں داستان دوستی گدھے اور بارہ سنگے کی اور گرفتار ہونا دونوں کا باغبان کے ہاتھ سے

جب سورج چھپا اور چاند نکلا ۔ خجستہ پتلی کمر بازو اُبھرا ۔ جوبن نرم لب ۔ قد و قامت سرو کا سا گول بدن ۔ چمکتی ہوئی سنہری سا تین ۔ تلواریں اشتیاق بھری ہوئی ۔ **میر حسین**

قد و قامت آفت کا ٹکڑا تمام ۔۔۔ قیامت کرے جھک کر سلام

غرض اس انداز سے طوطے کے پاس رخصت لینے آئی ۔ اور کہنے لگی اے طوطے میں نے بار ہا صاحب عزتوں کی زبان سے سنا ہے ۔ **بادشاہ عبد العزیز نام** نہ شب کو سوتا تھا نہ دن کو آرام کرتا ۔ کسی شخص نے کہا ۔ اے بادشاہ جہان پناہ کیا سبب ہے ۔ کہ نہ شب کو سوتے ہو نہ دن کو آرام کرتے ہو ۔ بادشاہ نے کہا ۔ اے شخص اگر شب کو سوؤں تو عبادت خدا نہ ہو سکے ۔ اگر دن کو آرام کروں تو رعیت تباہ ہو جاوے ۔ اس لیے میں نے آرام شب و روز کا اپنے اوپر حرام کیا ہے ۔ پس اس لئے یہ میرا احوال ہوا ہے ۔ اور اسی اندیشے میں پڑی رہتی ہوں ۔ اگر یار کے پاس جاؤں ۔ تو خاوند سے ہاتھ اٹھاؤں ۔ اور اگر خاوند کے گھر رہوں ۔ تو اسکی دوستی سے باز رہوں ۔ اس سے بہتر یہی ہے کہ ان دونوں سے کنارہ کروں ۔ اور آبرو اور عصمت سے ایک گوشہ میں بیٹھ رہوں ۔ **بیت**

دو رنگی چھوڑ کے یک رنگ ہو جا ۔۔۔ سراسر موم ہو یا سنگ ہو جا

خجستہ کی یہ بات سن کر طوطا قہقہہ مار کے ہنسا ۔ اور کہنے لگا ۔ کہ اے خجستہ اب حرمت ڈھونڈھتی ہے ۔ کیا خوب تو یہ نہیں جانتی ۔ کہ ہر ایک چیز کا وقت مقرر ہے ۔ سنتا ہے اے دیوانے جب دل دیا تو پھر کہاں ۔ **بیت**

سودا ہوئے جو عاشق کیا پاس آبرو کا ۔۔۔ سنتا ہے اے دیوانے جب دل دیا تو پھر کیا

اے بی بی اب سوچنی کیا ہے ۔ خیر تیرا کام بھی اس دراز گوش کی طرح ہوا ۔ کہ بے محل کا اٹھا اور نہ آپ پکڑا گیا ۔ تب خجستہ نے پوچھا کہ اس کی نقل کیونکر ہے ۔ بیان کر ۔

حکایت :۔ طوطا کہنے لگا ۔ کہ کہنے والوں نے یوں کہا ہے ۔ کہ کسی ملک میں ایک گدھا کسی بارہ سنگے سے دوستی رکھتا تھا ۔ اور وہ دونوں آپس میں ملے ہوئے تھے ۔ اور ایک ہی جنگل میں چرا کرتے تھے ۔ اتفاقاً کسی رات بہار موسم میں دونوں مل کر کسی باغ میں گھاس چرنے

گئے۔ جب پیٹ بھر چکا۔ تب گدہا بارہ سنگے سے کہنے لگا۔ بھائی میرا جی چاہتا ہے کہ دل کھول کر گائیے۔ اور جی خوش کیجئے۔ کیونکہ اس وقت بادِ بہار سے مغز معطر ہو رہا ہے۔ اور ہوائے سرد سے دل مسرور ہو رہا ہے۔ یہ بات سن کر گوزن کہنے لگا۔ کہ کیا خوب یہ وہی بات پیش آئی۔ کہ گدھے کو خشکہ بھائی اپنی فکر کر۔ اور اگر کہتا ہے۔ تو اپنی پالان اور دہوبی کے باندہنے کا کھونٹا یاد کر۔ یقین جان کہ کوئی آواز تیری آواز سے بدتر نہیں۔ گدہے کو باندہنے سے کیا کام اس باغ میں ہم تم چوری آئے ہیں۔ اگر اس وقت تو ملار ہیگا۔ تو باغبان چونک اٹھے گا۔ اور کتنے لوگوں کو بھی پکار پھر تو ابھی باندہا جائیگا۔ اور مجھے بھی بند ہو آئیگا۔ یہ بھی ویسا ہی قصہ ہے۔ کہ جیسا ان چوروں نے اپنی نادانی سے صدمہ اٹھایا۔ اور آخر کو مارے گئے۔

حکایت:۔ سنا ہے۔ کہ ایک رات کئی چور باہم مل کر ایک دولتمند کے گھر چوری کرنے لگے۔ اس کے مکان دلچسپ میں ایک قرابہ شراب سے بھرا ہوا پا کر آپس میں کہنے لگا۔ کہ اب جو ہو گیا سو ہو گیا۔ بالفعل اس جگہ یہ شراب پیجئے۔ پھر چوری کا وقت بھی قریب آ جائے گا۔ بعد اسکے اس بات موافق اپنی باربرداری کے چور آئے۔ اور اگر جا کر اس اسباب دزدی کو غنیمت سمجھے۔ یہ بات کرکے آدھی رات تک خواب میخواری کی۔ اور خوشی خوشی نشہ میں آکر غوغا کرنے لگے۔ اور اسباب چرانے لگے۔ غرضیکہ عالم نشہ میں چوری کرتے تھے۔ اور اسباب باندہتے تھے۔

اتنے میں صاحب خانہ چونکا۔ اور اپنے محلے کے لوگوں کو جمع کرکے ان سبھوں کو باندہ لیا۔ یہ سن کر پھر دراز گوش نے کہا۔ استغفراللہ تو کیا جانتا ہے۔ میں شہر کا رہنے والا ہوں۔ گانے پر مرتا ہوں۔ تو بیچارا جنگلی اس مزے سے کیا واقف ہے۔ جو کچھ ہو سو ہو میں تو گیت گاؤنگا۔ تجھے سننے سے کیا ہوگا تو نہ سننا۔

غرض گدہے نے بارہ سنگے کا کہنا نہ مانا۔ اور اپنا منہ آسمان کی طرف پسار کر ملار بے تار گانے لگا۔ اور باغبان اس کی آواز سن کر چونکا۔ اور کئی شخصوں کو بلا کر ان دونوں کو جو میخا کرکے مارنا شروع کیا۔

طوطے نے یہ کہانی تمام کرکے کہا۔ کہ کدبانو جو کوئی وقت کے موافق کام نہیں کرتا۔ وہ بھی دیکھتا ہے کہ ہر ایک وقت کو دریافت کرتا ہے۔ اب یہی بہتر ہے۔ کہ تو جا۔ اور اپنے اس نا امید کی امید بر لا۔ خجستہ نے یہ سنتے ہی چاہا کہ جاوے۔ تو اتنے میں صبح ہو گئی۔ اور مرغ نے بانگ دی۔ تو دو نے

لگی۔ اور جانا اس کا موقوف رہا۔ تب یہ بیت پڑھنے لگی۔ **بیت**

اس مہ جبین سے میرے مجھے کیوں جدا کیا ۔ اے صبح کینہ ور یہ ستم تو نے کیا کیا

سینتیسویں داستان عاشق ہونا ایک دہ کا روم کی بادشاہزادی پر حکم قتل کا دینا اسکی لڑکی کو

جب آفتاب چھپا اور چاند نکلا خجستہ یاس سے بھری ہوئی رخصت لینے طوطے کے پاس گئی اور کہنے لگی۔ اے طوطے میں ہر ایک شب رخصت لینے تیرے پاس آتی ہوں۔ اور حال اپنی بیقراری کا سناتی ہوں۔ پر کچھ تو نمک کا حق ادا نہیں کرتا۔ اور مجھے ٹھنڈے ٹھنڈے رخصت نہیں کرتا وائے نصیب۔ **رباعی**

کہتی ہوں جناب حق میں ڈرتی ڈرتی ۔ مدت گذری دعائیں کرتے کرتے
قدرت سے اس کو یہ کہ مجھ سا مجرم ۔ منہ یار کا دیکھ لیویں مرتے مرتے

اس قدر نمک میرے دل ریش پر مت چھڑک۔ اور اس قدر مجھ سنائی ہوئی کو مت ستا۔ تجھکو لازم ہے۔ کہ اب جلد رخصت دے۔ طوطا کہنے لگا۔ اے خجستہ آج شب جس طرح سے بنے اسی طرح جا۔ اور اپنے معشوق کو گلے لگا۔ **ابیات**

جہان کے یوہی ہیں سبھی کاروبار ۔ وے حاصل عمر ہے وصل یار
شب و روز پی مل کے باہم شراب ۔ مہ و مہر کو رشک سے کر کباب

اگر سوائے میرے اس حال سے اور کوئی آگاہ ہو تو بھی ویسی ہی تدبیر کرنا جیسی کہ روم کی شہزادی نے اس پاک دامنی کیساتھ کی تھی۔ کد بانو نے پوچھا۔ کہ اسکی حکایت کیونکر ہے بیان کر۔

حکایت:۔ طوطا کہنے لگا۔ کہ ایک بادشاہ روم کی بادشاہت کے قریب رہتا تھا۔ اتفاقاً ایک دن اس کے وزیر نے کہا۔ اے جہان پناہ! روم کا بادشاہ ایک خوبصورت لڑکی رکھتا ہے کہ بس۔ **بیت**۔ عجب طرح کا نور ہے جان فزا ۔ کہ مہ جس کے ہو روبرو تھک رہا

اگر وہ بیٹی اپنی جناب عالم پناہ کو بیاہ دے۔ تو کیا خوب بادشاہ نے اس سخن وزیر کے کو نہایت پسند کیا۔ اور ایک ایلچی کیساتھ مع سوغات اس لڑکی کی طلب کا پیغام روم کے بادشاہ کو بھیجا۔ جس وقت نامہ بر نے یہ پیغام اس بادشاہ سے کہا۔ تو بادشاہ سن کر ایلچی پر خفا ہوا۔ اور کہنے لگا۔ اے نامہ بر تیرے بادشاہ نے مجھکو کیا سمجھا جو اس ڈھب کا پیغام بھیجا۔ اگر میں اپنی بات پر آتا ہوں۔ تو اسکی سلطنت خاک میں ملاتا ہوں۔ تجھے کیا کہوں تو چل دے ہو۔ سامنے سے بہتر یہی ہے۔ کہ پھر ادھر منہ نہ کرنا

خبردار۔ خیر اس میں ہے۔ وہ بیچارہ اسکی خفگی سے تھرّا گیا۔ اور وہاں سے نا امید پھرا۔ بیت

اسے غصہ میں دیکھ وہ ڈر گیا　　　کہے تو کہ جیتے ہی جی مر گیا

غرضیکہ پچھلے پاؤں بھاگ کر اپنے بادشاہ کے پاس آیا اور وہاں کی واردات بیان کی یہ بات بادشاہ کو نہایت ناگوار معلوم ہوئی۔ اسی گھڑی فوج قاہرہ اپنے ساتھ لیکر چڑھ گیا۔ اور اسکے ملک کو آن کی آن میں تاخت و تاراج کیا۔ جب وہ تنگ آیا۔ ناچار اپنی لڑکی بیاہ دی۔ اور اس لڑکی کو تو خاوند کے ساتھ رخصت کیا

غرض وہ بادشاہ اس شہزادی کو ہمراہ لیکر اپنے شہر کو گیا۔ اور اس سے عیش و عشرت کرنے لگا۔ بعد کئی دنوں کے شہزادی اپنے بیٹے کی جدائی سے جو کہ پہلے خاوند سے ایک لڑکا رکھتی تھی۔ اور نانا کے پاس چھوڑ آئی تھی۔ بغیر دیکھے اس کے بیقرار ہوئی۔ اور روئی بہت غم کیا۔

تصویر بادشاہ کی کہ فوج قاہرہ لیکر بادشاہ روم پر چڑھنا اور اس کا ملک تخت و تاراج کرنا اور اسکی لڑکی سے شادی کرنا



آخر اس کے بعد یہ بات اپنے جی میں ٹھہرائی۔ کہ کسی بہانہ سے اس کو اپنے پاس بلوائیے۔ اس خیال میں رہتی تھی۔ کہ اتنے میں بادشاہ نے اپنا ایک ڈبہ جواہر کا نہایت بیش قیمت کا بھرا ہوا تھا۔ دیا۔ تب بادشاہ سے کہنے لگی۔ کہ آپ نے سنا ہوگا۔ کہ میرے باپ کے پاس ایک ایسا غلام عقلمند ہے۔ کہ جواہر کی خوب شناخت کرتا ہے اور اچھا برا بتا دیتا ہے۔ بادشاہ نے کہا۔ اگر اس غلام کو تیرے باپ سے مانگوں تو وہ مجھے دے یا نہ دے اس نے کہا۔ کہ بابا جان نے اس کو بچپن سے فرزند کی طرح پرورش کیا ہے۔ اگر تم اس کی تمنا رکھتے ہو۔ اور اسے بلوانا منظور ہے۔ تو ایک سوداگر میں اپنی طرف سے بھیجوں۔ اور کچھ اپنی نشانی بھی دوں اور بہتری کا امیدوار اس لڑکے کو کر دوں۔ تو شاید اس سبب سے جہان پناہ! مال وار واسطے تجارت

سے روم کی طرف بھیجا۔ جس وقت وہ تاجر بموجب بادشاہ کے فرمان کے مال واسباب واسطے سوداگری لیکر چلا۔ اس وقت شاہزادی نے بادشاہ سے چھپ کر کہا۔ کہ اے سوداگر وہ لڑکا غلام نہیں۔ بلکہ میرا بیٹا ہے۔ اور ایک خط میرا دینا اور بادشاہ روم سے یہ پیغام کہو کہ وہ لڑکے کی جدائی سے نہایت مغموم ہے۔ یہاں سے غلام کے نام کیساتھ اس کو بھیج دیجئے۔ جب وہ تیرے ساتھ آوے۔ بخوبی لے آئیو۔ مگر یہ پردہ نہ کھولیو۔

آخر کار وہ سوداگر گیا۔ اور کتنے دنوں کے بعد اس لڑکے کو لے آیا۔ اور اس بادشاہ کے حوالہ کیا۔ بادشاہ نے جو اس لڑکے کو خوبصورت اور ہنرمند پایا۔ تو نہایت خوش ہوا اور اس تاجر کو ایک خلعت عمدہ بخشا۔ اور اس غلام کو اپنے پاس رکھا۔ اور ماں اس کو روبرو سے دیکھ لیتی۔ اور سلام و پیام کے ساتھ اپنا جی خوش کرتی

تصویر سوداگر کی شہزادی کے لڑکے کو روم سے لاکر بادشاہ کے حوالہ کیا



اتفاقاً ایک دن بادشاہ شکار کھیلنے گیا۔ شہزادی نے فرصت پاکر اس لڑکے کو محل میں بلوایا اور اپنے گلے لگایا۔ اور اس کا سر منہ چوما۔ اور گذشتہ جدائی کا غم اپنا اس سے کہا۔

یہ خبرداروں نے اسی گھڑی بادشاہ کو پہنچائی کہ آج شہزادی نے جہان پناہ کے پیچھے اس غلام کو محل میں طلب کیا۔ اور اپنے برابر بٹھایا ہے۔ یہ خبر وحشت اثر سنتے ہی بادشاہ اپنے دل میں نہایت آزردہ ہوا۔ اور کہنے لگا۔ ایسی عورت سے ڈریئے۔ کہ یہ ڈیوڑھی پر دیوار بنائی ہے کیا مکر کرکے اپنے یار کو روم سے بلایا ہے۔ اللہ رے۔ کلیجہ پھر آپ جلد شکارگاہ سے محل میں داخل ہوا۔ اور کرسی جواہرنگار پر متفکر ہوکر بیٹھ گیا۔ اس حالت میں شاہزادی نے جو بادشاہ تو اپنے فہم سے دریافت کیا۔ کہ آج مزاج مبارک پر ملول ہوتا ہے۔ کیا سبب ہے۔

تب بادشاہ نے کہا۔ کیا خوب تم نے اپنے معشوق کو روم سے بلوا کر ہم بستر ہو اور مجھ سے بیوفائی کرو۔ کیا شوخی اور بے شرمی ہے۔ چاہتا تھا۔ کہ اسے ہلاک کرتا پر عاشق کو کب مار سکے۔

پھر اپنے جی میں کہنے لگا۔ کہ بی بی کے بدلے غلام کو مارے۔

یہ ٹھہرا کر ایک جلاد کو اشارہ کیا۔ اور کہا۔ کہ ابھی گھڑی اس کے سر کو جدا کیا۔ یہ سنتے ہی اس لڑکے کو جلاد نے پکڑا اور قتل گاہ میں بٹھا کر پوچھا۔ کہ اے اجل گرفتہ تو یہ نہ جانتا تھا۔ کہ یہ بادشاہ کی بیگم ہے۔ اس سے دشمنی کرونگا۔ تو کیونکر بچونگا۔ اور نیرا قدم کیونکر بڑھا۔ جو تو محل شاہی میں گیا اس نے کہا۔ کہ تو ایسی بات نہ کر وہ میری سگی ماں ہے۔ جب میرا باپ مرا تو اس نے اسے اپنا شوہر کیا۔ اور مارے شرم کے احوال اس نے نہ کہا۔ میں جھوٹ نہ کہونگا۔ مار دیا چھوڑ دو۔

بیت

قابو میں ہوں میں تیرے کو اب بچا تو پھر کیا ۔۔۔ خنجر تلے کسی نے اک دم لیا تو پھر کیا

اس بات کو سنتے ہی جلاد کو رحم آیا۔ اور اس کے قتل کا ارادہ نہ کیا۔ اور اپنے جی میں کہنے لگا کہ اگر یہ بات بادشاہ پر کھلی کہ اس کا بیٹا ہے۔ تو کیوں مارا۔ اور شہزادی کی خاطر اس لڑکے کو مجھ سے طلب کرے۔ اور میں اس کو اس کے پاس جیتا نہ پہنچاؤں گا۔ تو میں بھی اسی طرح دوسرے کے ہاتھ سے مارا جاؤنگا۔ اس اندیشہ کو دل میں جگہ دے کہ بادشاہ سے عرض کی۔ جہان پناہ اس کشتی کو وہاں جاکر مارونگا۔ جہاں پانی کا نام بھی نہ ہو۔

غرض اس بہانہ سے وہ اس کو بادشاہ سے لے کر اپنے گھر گیا۔ اور چھپا رکھا۔ اور بعد دو دن کے بادشاہ کی جناب میں آکر عرض کی۔ عالم پناہ! سلامت اس کا سر قدم مبارک پر نثار ہوا۔ بارے اس بات کے سنتے ہی تھوڑی سی آتش غضب انگیز بادشاہ کی ٹھنڈی ہوئی مگر شہزادی کا اعتبار اٹھ گیا۔ اور اس کی کوکھ میں اور بھی محبت کی آگ بھڑک اٹھی۔ میر حسن۔

کلیجہ پکڑ وہ تو بس رہ گئی ۔۔۔ کلی کی طرح سے بکس رہ گئی

بے اختیار وہ رو کر اپنے جی کہنے لگی۔ کہ کیا ہوا۔ ادھر بیٹا ہوا ادھر خاوند چھوٹا قضائی کار ایک دن ایک بڑھیا جو اس کے محل میں رہتی تھی۔ اس نے پوچھا۔ کہ اے بی بی اس جوانی پر یہ غم کس کا کھاتی ہے۔ جو اس طرح سے آٹھ آٹھ آنسو روتی ہے۔ اور منہ ڈھانکے آٹھوں پہر مسند پر پڑی رہتی ہے تب شاہزادی نے سارا احوال اس سے کہا۔ کہ یہ ماجرا مجھ پر گذرا۔ یہ سن کر اس نے عرض کی۔ اے شہزادی تو خاطر جمع رکھ۔ میں ایک بہانہ سے تیرے بادشاہ کو تجھ پر مہربان کرونگی۔ اور محل میں لے آؤنگی۔ شہزادی نے کہا۔ اے مادر مہربان! اگر اس درد کی دوا کریگی۔ تو میں تیرے دامن اور جیب کو جواہرات سے بھر دونگی۔

آخرکار ایک دن اس پیرزال نے بادشاہ کو تنہا دیکھ کر پوچھا۔ اے شہنشاہ! میں تجھے اور دنوں سے کچھ آج کل متفکر دیکھتی ہوں۔ میں واری جاؤں خیر تو ہے۔ **بیت**

تجھے خوش رکھے میرا پروردگار ۔ تیری اس جوانی پہ بڑھیا نثار

بادشاہ نے کہا۔ کہ اے اماں نیک بخت میں وہ درد بے درمان رکھتا ہوں۔ کہ جس کا بیان نہیں کر سکتا۔ چنانچہ وہ درد یہ ہے۔ کہ شاہزادی نے روم سے اس غلام کو بلایا۔ کہ جس پر وہ عاشق تھی۔ اور میں نے اسے قتل کیا۔ پر شاہزادی کو مار نہیں سکتا۔ کیونکہ خدا جانے یہ بات جھوٹ ہے یا سچ ہے۔ اور وہ **میری معشوقہ** ہے۔ اگر بے تقصیر مار ڈالوں۔ اور پھر جھوٹ نکلے۔ تو بدنامی ہو۔ اور جی کی بیقراری اس کے علاوہ ہو۔ یہ عقدہ باعث دل بستگی کا ہے۔

یہ بات سنتے ہی وہ پیرزال کہنے لگی۔ کہ بادشاہ سلامت! تم اس بات کا کچھ فکر مت کرو۔ میرے پاس ایک تعویذ ہے۔ کہ اس کو جس کسی چھاتی پر رکھ دے۔ وہ اپنے دل کا سب احوال خود بخود کہہ دے سو وہ نقش میں تمہیں لکھ دیتی ہوں۔ تم اس کے سینہ پر دھر دیکھو۔ اس کے جی میں جو ہوگا۔ سو سب حال آپ سے کہہ دے گی۔

بادشاہ نے کہا۔ وہ تعویذ جلد لا۔ بڑھیا اسی وقت وہ تعویذ بادشاہ کو لا دیا۔ اور آپ شہزادی کے پاس جا کر کہا۔ کہ آج تو سر شام سے جھوٹ موٹ سو رہیو۔ بلکہ جس وقت بادشاہ تیری چھاتی پر تعویذ رکھے۔ تو اس وقت سوتوں کی طرح سے جو تیرا احوال ٹھیک ہو سو وہ بخوبی کہہ دینا۔ حاصل کلام جب پھر رات گذر گئی۔ بادشاہ نے اس وقت نقش کو شہزادی کے سینے پر جو رکھا وہیں اس نے اپنے پہلے خاوند کا حال اور اس کے لڑکے کا احوال یک بیک کہہ دیا۔ بادشاہ نے جو یہ بات سنی اسے جگا کر نہایت مہربانی کی۔ اور سینے سے لگا کر شہزادی سے کہا۔ کہ جانی! کس واسطے یہ راز مجھ سے پہلے ہی نہ کہا۔ وہ گھبرا کر بولی میں نے کونسی بات چھپائی ہے۔ بادشاہ نے کہا۔ وہ تیرا سگا بیٹا تو نے غلام کیوں بتایا۔

تب اس نے آنکھیں نیچی کر کے عرض کی۔ کہ مجھ کو شرم معلوم ہوتی تھی۔ کیونکہ کہتی یہ سنتے ہی بادشاہ نے اسی گھڑی جلاد کو بلا کر کہا۔ کہ بہت جلد اس لڑکے کو میرے پاس لے آؤ۔ اور اگر مار ڈالا ہے۔ تو اس کی قبر کہاں ہے۔ تب جلاد اس نے کہا۔ کہ جہان پناہ! میں نے اسے تا حال نہیں مارا ہے۔ وہ خدا کے فضل سے جیتا جاگتا ہے۔ اور موجود ہے۔ یہ بات سنتے ہی بادشاہ نہایت خوش ہوا۔ اور اسی وقت لڑکے کو بلا کر اس کی والدہ کے حوالہ کیا۔ اور اس ناامید نے لڑکے کو گود

میں نے درگاہ الہٰی میں سجدۂ شکر کا ادا کیا۔

طوطے نے یہ کہانی تمام کر کے کہا۔ کہ اے کہ بانو اگر تجھکو بھی کوئی کام مشکل پڑے۔ تو تو بھی اسی طرح کرنا۔ خیر اب بہت جلد جا اور اپنے معشوق سے اور اسے گلے لگا۔ خجستہ نے یہ سنتے ہی چاہا۔ کہ جاوے اور اپنے معشوق کو گلے لگاوے۔ کہ اتنے میں صبح ہوئی۔ جانا اس کا اس روز بھی موقوف رہا۔ تب یہ بیت پڑھی۔ اور رونے لگی۔ **بیت**

اے سحر یہ یقین ہؤا مجھ کو ۔۔۔ وصل کی شب میں اب نہ دیکھوںگی

اڑتیسویں داستان آنا میمون کا اپنے گھر میں اور مارا جانا بی بی خجستہ کا

اتنے میں میمون یعنی خجستہ کا شوہر سفر سے واپس آیا۔ اور مینا کے پنجرے کو خالی دیکھ کر میری مینا کہاں گئی۔ خجستہ کچھ کہنے کو بھی نہ پائی تھی۔ کہ طوطے نے عرض کی۔ کہ پیر و مرشد ہماری بندگی تو لیجیے۔ اور آپ ادھر تشریف لایئے۔ اور ہم جو کچھ کہیں۔ آپ گوش دل سے اس بات پر دھیان لگاکر سنیئے۔ اور احوال اپنی مینا کا اور بی بی خجستہ کا ہم سے دریافت کیجیے۔ تب میمون نے یہ بات سن کر کہا۔ اے طوطے کیا کہتا ہے۔ مفصل بیان کر دو۔

یہ سن کر طوطا کہنے لگا۔ کہ آپ کی مینا خجستہ بیگم صاحبہ نے گردن مروڑ کے اپنے یار کیواسطے مار ڈالا۔ اور مجھے بھی وہی راہ دکھایا۔ چاہتی تھی۔ آپ کی عنایت سے اور خدا کے فضل سے میں نے اپنی تدبیر سے اپنی جان اور آپ کی بی بی کی عصمت اب تک تو بچائی ہے۔ اور مینا بیچاری تو بسبب خیر خواہی کے نشانہ ہو گئی۔ کیونکہ آپ کی بی بی صاحبہ نے یار جوان کیا ہے۔ اور اس کے پاس جانا چاہتی تھی۔ مگر اس نے بلا تامل نصیحت کی۔ اور بی بی کو یار کے پاس جانے سے منع کیا۔ اسواسطے وہ غریب ماری گئی۔ میں نے عقلمندی اور دانائی کی راہ سے حکائیتوں اور داستانوں میں آج تک لگا رکھا۔ اور اپنی جان بچائی۔ اور اس کو جانے سے باز رکھا۔ اب آپ مالک ہیں۔ فقط

قصہ میمون اور خجستہ کا تمام ہؤا۔ آگے واللہ اعلم بالصواب

اب جھوٹ سچ بھلا کہنے والا جانے۔ اللہ تعالے نے جیسی میری عصمت رکھی۔ ویسی سب کی عزت اور آبرو رکھے۔ فقط۔ والسلام۔ ممنون بارگوتی۔

المصنف محمد عبدالغنی اکبر مرحوم

یہ تصویر اس وقت کی ہے کہ آنا میمون کا گھر میں اور
دریافت کرنا بی بی خجستہ کا طوطے سے مینا کا پنجرہ خالی دیکھ کر
اور مارا جانا بی بی خجستہ کا میمون کے ہاتھ سے



طائر حمد و ثنار اس خالق زمین زمان پر قابل نثار ہے۔ کہ جس کی قدرت کاملہ نے بلبل ہزار داستان اور طوطی زبان کو شکر ریز کیا۔ کہ جس پر خجستہ دل اور میموں نقش ہر جن و انس پے مفتون ہوا۔